دینی، علمی، اصلاحی، ادبی، تاریخی

زیر سرپرستی: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

جلد: ۶، شمارہ: ۱

جنوری، فروری، مارچ ۲۰۲۲ء

الکشاف

مجلہ سہ ماہی

بزرگو اور دوستو، قرآن کریم اس لئے آیا ہے کہ آپ اس پر عمل کرتے اور پوری قوم کی سربراہی کا فریضہ انجام دیتے۔ ایک واقعہ ہے جو بڑا مشہور ہے، ایک شخص تھا بیچارہ گنوار قسم کا، اس کی بیوی کو حمل تھا اور اسی دوران اس شخص کا انتقال ہوگیا۔ بعد میں اس کے لڑکا پیدا ہوا، لڑکا جب اس لائق ہوا کہ مکتب جائے تو اس کو مکتب میں لے جا کر بیٹھا دیا۔ مولوی صاحب نے کہا: کہو بیٹا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''۔ اس کی توتلی زبان سے نکلا ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''، اس وقت اس کا باپ عذاب قبر کے اندر مبتلا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا کہ ہٹاؤ اس کا عذاب۔ اس کا چھوٹا سا بچہ مجھے ''الرحمٰن'' ''الرحیم'' کہہ رہا ہے اور مجھے شرم آتی ہے کہ اتنے چھوٹے سے بچے کے باپ کو میں عذاب میں مبتلا کروں۔ تو جب یہ امت اس قرآن کو اپنے عمل میں لائے گی تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو ایسے ہی مظلوم رہنے دیں گے؟ ایسی ہی مغلوب رہنے دیں گے؟ ایسے ہی مقہور رہنے دیں گے؟ کہ اللہ تعالیٰ اس کو منارِ نور بنا دیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کو منارِ رشد و ہدایت بنا دیں گے؟ اور بھائی سنئے، یہ ساری باتیں جو ہوتی ہیں یہ صرف مردوں کے لئے نہیں ہیں بلکہ اس کو گھر جا کر اپنی عورتوں کو بھی بتایا کریں۔

مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

60/-

فلاح العباد ٹرسٹ 91/21 آزاد نگر کرامت کی چوکی کریلی الہ آباد یوپی

دینی، اصلاحی، علمی، ادبی، تاریخی

مجلہ سہ ماہی

اَلُکَشّاف

جلد نمبر ۶

شمارہ نمبر ۱

جمادی الاولیٰ، جمادی الثانیہ، رجب ۱۴۴۳ھ - January to March 2022

زیر سرپرستی: مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

ایڈیٹر

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

معاون ایڈیٹر

مولانا عماد الدین مظاہری

مولانا حافظ سید محمد راشد

مجلس ادارت

پروفیسر شبیر احمد ندوی

سابق صدر شعبہ عربی لکھنؤ یونیورسٹی

مولانا وصی اللہ آرزو میاں

جلال آباد، ضلع مظفر نگر

مولانا سید محمد زید، الہ آباد

مولانا سید محمد اشرف، الہ آباد

ڈاکٹر محمد کامل، لکھنؤ، مقیم ترکی

مجلس مشاورت

جناب محمد ثاقب صاحب

آئی اے ایس

جناب محمد عرفان انصاری صاحب

ایڈیشنل ایس پی

جناب ڈاکٹر شوکت علی صاحب

سابق ڈائرکٹر آف ایجوکیشن

جناب طارق سعید صاحب، الہ آباد

جناب محمد کلیم خان صاحب، مہراج گنج

جناب وسیم احمد صاحب، گونڈہ

FLAHUL IBAAD TRUST 9I/2I Azad Nager
Karamat ki chauki Kareli Allahabad,UP India 2211016

ترسیل زر کا پتہ: ***FLAHUL IBAAD TRUST PNB A/c:1001002100506383***

پرنٹر پبلشر محمد ضیاء الدین مظاہری نے جے پرنٹرس الہ آباد سے طبع کراکے دفتر مجلہ سہ ماہی "الکشاف" فلاح العباد ٹرسٹ آزاد نگر کریلی سے شائع کیا۔

نوٹ: رسالے سے متعلق تمام مقدمات صرف الہ آباد کی عدالت میں قابل سماعت ہوں گے۔

ناشر فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزاد نگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی

نگارشات

نمبر شمار	عناوین	مضمون نگار	صفحہ نمبر
۱	اپنی بات	ادارہ	۳
۲	ترکِ خواہش نے ہمارا بوجھ ہلکا کردیا	اکبرالہ آبادی	۶
۳	درس قرآن	مولانا عمادالدین مظاہری	۷
۴	قرآن کریم اللہ تعالیٰ نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے	حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم	۱۶
۵	گلدستۂ معرفت(۳)	حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم	۳۱
۶	ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا	ڈاکٹر محمد ضیاءالدین مظاہری	۴۱
۷	الفاظ کی جادوگری	پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی	۴۹
۸	مسلمانوں کی امتیازی شان کیا ہے؟	مجلس شیخ المشائخ مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیروانیؒ	۵۳
۹	فقہی مسائل۔ نماز کے مسائل (سجدہ سہو کا بیان۔ ۱)	ادارہ	۶۴

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرتعاون کا وقت ختم ہوگیا ہے، لہٰذا رسالہ جاری رکھنے کیلئے تعاون کی رقم ارسال کردیں

خط وکتابت کا پتہ:

فلاح العباد ٹرسٹ، 91/21 آزادنگر، کرامت کی چوکی، کریلی، الہ آباد، یوپی۔ انڈیا

فی شمارہ تعاون: =/60 روپے

سالانہ تعاون : =/250 روپے

محصول ڈاک اسکے علاوہ =/100

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

zia3300@gmail.com

اداریہ

اپنی بات

لیجئے جناب، ہمیشہ کی طرح اس مرتبہ بھی نیا سال آہی گیا ہم انسانوں کو ہر چیز میں ''نئی'' چیز کی تلاش وجستجو رہتی ہے گھر نیا ہونا چاہئے، کپڑے نئے ہونے چاہئے، موبائل نیا ہونا چاہئے، گاڑی نئی ہونی چاہئے وغیرہ وغیرہ حالانکہ آج کے اس ڈیجیٹل دور میں بھی ''پرانے'' کی اپنی الگ ڈیمانڈ ہے، الگ اہمیت ہے اب آپ ''چاول'' ہی کو لے لیجئے، بریانی پکانی ہوگی تو پرانے باسمتی چاول ہی کی تلاش ہوگی۔

لفظ''نیا'' ایسا خوشنما لفظ ہے کہ جس کے سنتے ہی جسم میں تازگی اور سرور کا احساس ہونے لگتا ہے۔ خواہ یہ لفظ کسی کے چیز ساتھ بھی جڑا ہوا ہو اب اتفاق سے بیچارہ یہ لفظ''سال'' کے ساتھ جڑ گیا تو صاحب پورے دنیا میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا لوگ آپے سے باہر ہو گئے ننگے ہی گھومنے لگے سب کو اپنا وہی برسوں پرانا جسم، بدن دیکھنے دکھانے لگے وہی پرانی حرکتیں کرنے لگے، کیا حماقت ہے کہ خوشی منا رہے ہیں ''نئے'' کی اور اسٹیج پر نمائش کر رہے ہیں وہی پرانے جسم کی اور ایسے ایسے ان لاجیکل اور غیر اخلاقی کام کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ! اور اللہ کی قدرت کو للکارلگاتے ہیں اور پھر اپنے گمان میں خوش ہوتے ہیں۔ پھر اسی وقت کیا ہوتا ہے؟ ہوتا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی للکار کے''جواب'' میں کورونا، ڈیلٹا، اومی کران Omicron اور نہ جانے کون کون سے وائرس اور ان کے ویرینٹ Variant جن کے نام بھی نامعلوم ہیں آسمان سے نازل فرماتے ہیں اور روئے زمین میں پھیلا دیتے ہیں۔

یہ دن اور رات کا آنا جانا ہر دن کا آغاز ہر رات کی ابتدا مہینوں کی شروعات سال کا نیا ہونا یہ تو ہماری زندگی کے اختتام پذیر ہونے کا ذریعہ ہے آدمی کو دنیا میں اپنی جمع پونجی کے اندر کمی ہونے پر خوشی کے بجائے افسوس ہوتا ہے اور ایک عقلمند انسان بہت سوچ سمجھ کر اپنی دولت خرچ کرتا ہے بالکل اُسی دولت کی طرح اِس عظیم دولت یہ سال مہینے رات دن گھنٹے اور منٹ کو بہت سنبھال سنبھال کر خرچ کرنا چاہئے اور اس کے بیجا خرچ ہو جانے پر افسوس ہونا چاہئے نہ کہ نئے دن کی شروعات کی خوشی میں ایسا مست و سرشار ہو جانا چاہئے کہ اپنی بچی ہوئی پونجی کو بھی ہواؤں میں ہوٹلوں میں پارکوں میں اور مجموعی طور پر ''عیاشیوں''، ''فحاشیوں'' اور خرافاتوں میں ضائع اور برباد کر دینا چاہئے؟؟؟

☆☆☆

آپ ''بل گیٹس'' کوتو جانتے ہی ہوں گے، دنیا میں امیر ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، کمپیوٹر کے میدان میں ''مائیکرو سافٹ کارپوریشن'' کے شریک بانی ہیں، انھوں نے اس کے تحت ایک اہم سافٹ ویئر ''مائکرو ڈسک آپریٹنگ سسٹم'' میں نام اور دولت دونوں کمایا۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو دماغ دیا ہے وہ بڑا غضب کا ہے۔ غضب دو وجہ سے کہہ رہا ہوں ایک یہ کہ یہ اپنے ''الگ کاموں'' کی وجہ سے اکثر سرخیوں میں رہتے ہیں آج کل پھر خدائی تخلیق میں اپنا دماغ لگا کر خبروں میں آ رہے ہیں دوسرے یہ کہ وہ ایسے ہی کاموں کی وجہ سے اللہ کے ''غضب'' کو دعوت دیتے رہتے ہیں۔

اللہ اور اس کی قدرت کاملہ پر ایمان لانے والے لوگوں کے لئے آنجناب ایک ''ویکسین'' بنانے کی تیاری میں ہیں، جس کو لگاتے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ سے لگاؤ، تعلق، اللہ تعالیٰ کے نام پر جو جذبہ ایمانی بیدار ہوتا ہے اور جو جوش موجزن ہونے لگتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اپنی جان کو جان نہیں سمجھتا اور اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کر دیتا ہے یہ سب چیزیں بس ایک انجکشن سے ختم ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ

خود اس کے مطابق (جیسا کہ سوشل میڈیا میں ان کی طرف نسبت کر کے بات کہی جا رہی ہے) ہر انسان میں دو مختلف قسم کے جین (GENE) ہوتے ہیں۔ ایک خدائی جین، دوسرے نارمل جین۔ خدائی جین والے لوگ مذہبی لوگ ہوتے ہیں، جذباتی بھی ہوتے ہیں اور جہادی بھی ہوتے ہیں۔ اور دوسرے عام جین والے لوگ جن کے زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، بس کماؤ، کھاؤ، پیو، زندگی انجوائے کرو اور مر جاؤ۔ تو ان کی کوشش یہ ہے کہ دنیا میں مذہبی جین والے لوگوں کے جین کو تبدیل کر کے نارمل جین والا بنا دیا جائے۔

''جین''(GENE) کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ بل گیٹس کے اس اسکیم کی کیا حقیقت ہے؟ ہم نے جہاں تک تحقیق کی تو یہ پایا کہ یہ بات دو ہزار پانچ کی ہے، جو یوٹیوب پر موجود ہے اور REUTERS FACTCHECK نے اس کی حقیقت چیک کیا تو معلوم ہوا کہ یہ خبر صحیح نہیں ہے اور بل گیٹس کی طرف اس کی نسبت کرنا غلط ہے۔ بہر حال جو بھی ہو ہمیں تو یہاں اس کا اجمالی جائزہ لینا ہے۔

جہاں تک بات ہے ''جین'' کی، تو یہ لفظ بایوٹکنالوجی (Bio Technology) سے تعلق رکھتا ہے اس لئے میں نے بایو کے ایک پروفیسر سے جن کا موضوع ہی ''جین''(GENE) ہے۔ تحقیقی گفتگو کی اور اس کی حقیقت جاننی چاہی، اس گفتگو کے پیش نظر یہ حقیقت سامنے آئی کہ: ''جین''(GENE) (غیر رسمی

استعمال میں) وراثت کی ایک اکائی ہے جو والدین سے اولاد میں منتقل کی جاتی ہے اور اولاد کی کچھ خصوصیات کا تعین کرنے کیلئے رکھی جاتی ہے۔(اور اسی سے (جینیات) ڈی این اے (DNA) کا ایک طبقہ جو پولی پروپٹائڈ چین تیار کرنے میں شامل ہے، اس میں کوڈنگ ڈی این اے (DNA) سے پہلے اور پیروی کرنے والے علاقوں کے ساتھ ساتھ بیدیوں کے مابین مداخلت بھی شامل ہوسکتی ہے، اسے وراثت کی اکائی سمجھا جاتا ہے)

(B, Johnson A, Lewis J, Raff M, Roberts k, Walter.p(2002) Molecular Biology of the Cell))

یعنی صاف لفظوں میں ڈی این اے (DNA) جو ایک دوسرے کے خونی رشتوں کو معلوم کرنے کا ذریعہ ہے وہ بھی جین سے ہی تعلق رکھتا ہے، تو اگر ''جین'' سے کھلواڑ کیا گیا تو چونکہ جین کا ایک کام نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے اور بھی بہت سارے کام ہیں اس لئے دوسری چیزیں بھی متاثر ہوسکتی ہیں۔

میرا ان سے سوال تھا کہ کیا کوئی اس جین میں جو صرف اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے تعلق رکھتا ہے تصرف کرسکتا ہے؟ تو ان کا جواب تھا کہ: اس طرح کے ''جینس'' کا ابھی تک کوئی علم نہیں ہوسکا ہے، اور ایک ''جین'' (GENE) صرف ایک ہی کام نہیں کرتا بلکہ اس کے بہت سارے کام ہیں اس لئے ایک چیز بدلنے سے بہت ساری چیزیں بدل جائیں گی اس لئے ایسا ہونا بہت مشکل ہے کہ (سب لوگوں کے اندر ایک ہی قسم کی جین کردی جائے) اور یہ قریب قریب ناممکن ہے۔

تو کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں اس جیسی تصرفات سے مسلمانوں کو اور ان جیسے سوچ رکھنے والے انسانوں کو بدلا جاسکتا ہے؟ ہم ایمان والوں کا جواب ہوگا کہ بغیر مشیت الٰہی کے ایک پتہ بھی نہیں ہلتا ہے تو پھر یہ بھی ممکن نہیں، اگر ایسا ہوتا تو پھر اس کارخانہ عالم کا چلنا بہت مشکل ہو جاتا لہٰذا عام انسانوں کو اور خاص کر مسلمانوں کو ایسی خبروں پر کان نہیں دھرنا چاہئے اور اللہ عزوجل پر کلی اعتماد اور بھروسہ کرنا چاہئے کہ وہی خالق اور تغیرات کے مالک ہیں اور ان جیسے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعاً فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا اَحصٰهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْه ط وَاللّٰه عَلٰى كُلِّ شَئٍى شَهِيْد '' (مجادلہ:٦) جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا پھر ان کا کیا ہوا ان کو بتلا دے گا، اللہ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

یہاں پر اتنا ہی پھر کبھی فرصت سے انشاء اللہ اس پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

ترکِ خواہش نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا

اکبر الہ آبادیؒ

دین سے اتنا الگ دارِ فنا سے یوں قریب
اس قدر دلچسپ پھر کیوں رنگِ دنیا کر دیا

موت سے غفلت جوانی میں تو لذت دے گئی
ہاں مگر پیری میں اس نے مجھ کو رسوا کر دیا

کیا مرے اک دل کو خوش کرنے پہ وہ قادر نہیں
ایک کُن سے دو جہاں کو جس نے پیدا کر دیا

بے تمہارے دیکھے اب دم بھر بھی چین آتا نہیں
سچ بتاؤ جانِ جاں تم نے مجھے کیا کر دیا

سب کے سب باہر ہوئے، وہم و خرد، ہوش و تمیز
خانۂ دل میں تم آؤ ہم نے پردا کر دیا

ہو طلب کامل تو بس نعمت اسی کا نام ہے
بھوک نے نانِ جویں کو من و سلویٰ کر دیا

یوسفِ معنی کے جلووں کو دکھا کر عشق نے
میری بیداری کو بھی خوابِ زلیخا کر دیا

شاہدِ بزمِ ازل نے اک نگاہِ ناز سے
عشق کو اس انجمن میں مسند آرا کر دیا

شورِ شیریں کا مزا رکھا سرِ فرہاد میں
قیسؔ کو دیوانۂ اندازِ لیلیٰ کر دیا

گردنِ پروانہ میں ڈالی کمندِ شوقِ شمع
رنگِ گل کو دیدۂ بلبل کا پھندا کر دیا

ذوقِ نظارہ سے جانوں کو ملایا خاک میں
گردشِ چشمِ بتاں سے حشر برپا کر دیا

جس نے یہ سب کچھ کیا اکبرؔ میں تم سے کیا کہوں
اس نے مجھ کو کیا کیا دل کو مرے کیا کر دیا

بے غرض ہو کر مزے سے زندگی کٹنے لگی
ترکِ خواہش نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا

رنگ اڑانا اہلِ یورپ کا تو ہے اکبرؔ محال
مفت اپنے آپ کو تم نے تماشا کر دیا

درسِ قرآن

مستفاد از تفسیر تبیان القرآن

مولانا عمادالدین مظاہری ایم اے☆

سورۂ مومنون

اَعُوذُ بِاللّٰه مِنَ الشَّيطٰنِ الرَّجِيم

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً ط اِنِّی بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیم ٥وَ اِنَّ هٰذِه اُمَّتُكُم اُمَّةً وَّاحِدَة وَّ اَنَا رَبُّكُم فَا تَّقُوْن ٥ فَتَقَطَّعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُراً ط كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْن٥ فَذَرْهُمْ فِی غَمْرَتِهِمْ حَتّی حِيْن٥اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِه مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْن ٥ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَيْرات ط بَلْ لَّا يَشْعُرُوْن٥ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِم مُّشْفِقُوْن ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُون ٥ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِم لا يُشْرِكُوْن ٥ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُون مَآاٰتَو ا وَ قُلُوْبهم وَجِلَةٌ اَنَّهُم اِلی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْن ٥ اُولٰئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَيْراتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْن ٥ وَ لا نُكَلِّفُ نَفساً اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ با لْحَقِّ وَهُمْ لا يظْلِمُون ٥ بَلْ قُلُوْبهم فِی غَمْـــرَة مِّن هذا وَلَهُمْ اَعْمَال مِنْ دُوْن ذٰلکَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْن ٥ حَتّی اِذآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَاب اِذَا هُمْ يَجْئَرُون ٥ لا تَجْئَرُوا الْيَوْم قف اِنَّكُم مِّنَّا لا تُنْصَرُوْن ٥ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِی تُتْلٰی عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْن ٥ مُسْتَكْبِرِيْن ق صلے بِه سٰمِراً تَهْجُرُوْن ٥ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُواالْقَوْل اَمْ جَآءَ هُم مَّالَمْ يَأْتِ اٰبَاءَ هُمُ الْاَوَّلِيْن ٥ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُم فَهُمْ لَه مُنْكِرُون٥ اَمْ يَقُوْلُونَ بِه جِنَّة٥ بَلْ جَآءَ هُم بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْن ٥ وَلَوِاتَّبَعَ الْحَق اَهْوَاءَ هُم لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰت وَالْاَرْض وَ مَنْ فِيْهِنَّ ٥ بَل اَتَيْنٰهُم بِذِكْرِهِم فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْن ٥ اَمْ تَسْئَلُهُم خَرْجاً فَخَرَاجُ ربکَ خَيْر ق صلے وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِيْن٥ وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْم٥ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْن ٥ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْ فِی طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْن ٥ وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَاب فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْن ٥ حَتّیٓ اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَاباً ذَا عَذَابٍ شَدِيْد اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْن ٥ (سورۃ المومنون: از ۵۱ آیت، تا ۷۷)

حلال غذا کھانے کی برکت

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً ط اے پیغمبرو، تم پاکیزہ چیزوں میں سے

☆ استاذ دارالعلوم مرکز اسلامی الہ آباد

کھاؤ اور نیک کام کرو۔ (آیت:۵۱) یعنی ہر زمانے میں آنے والے نبی اور رسول کو اور ان کے واسطہ سے ان کی امتوں کو یہی حکم دیا گیا کہ کھانا پاکیزہ اور حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ علماء نے فرمایا ہے کہ حلال اور پاکیزہ کھانے اور نیک عمل کرنے کا حکم ایک ساتھ دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ حلال کھانا کھانے کا نیک عمل کرنے میں بڑا دخل ہے، جب غذا حلال ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے۔اور پھر حرام کھا کر نیک کام کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں ہیں، نیکی کے لئے پہلی شرط ہی یہ ہے کہ آدمی حلال کی روزی کھائے۔ جب روزی حرم ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اکثر اس میں دشواریاں ہو جاتی ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ:''ایک شخص لمبا سفر کرتا اور گرد آلود رہتا ہے پھر اللہ کے سامنے دعا کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے اور یارب یارب پکارتا ہے مگر حال یہ ہوتا ہے کہ کھانا اس کا حرام، پینا اس کا حرام، کپڑے اس کے حرام، اور جسم اس کا حرام ہی میں پلا ہوا ہوتا ہے، ایسے شخص کی دعا کس طرح قبول ہوسکتی ہے''؟! (ترمذی۔ ابن کثیر) آیت نے یہ بھی بتادیا کہ اسلام نہایت معتدل راہ کی تعلیم دیتا ہے کہ ایک مسلمان نہ تو عیسائی راہبوں کی طرح اپنے کو پاکیزہ اور نفیس رزق اور نعمتوں سے محروم کرتا ہے اور نہ دنیا پرستوں کی طرح حرام وحلال کے فرق کے بغیر ہر چیز پر منھ مارتا ہے۔ اِنِّی بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِیۡم o میں تمہارے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔ (آیت:۵۱) اس لئے نیک کام کرنے والوں کو ان کے اعمال اور عبادت پر اجر وثواب عطا کروں گا۔

سب انبیاء نے ایک دین توحید کی دعوت دی

وَ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ o اور بیشک یہ ہے تمہارا طریقہ کہ وہ ایک ہی طریقہ ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں اس لئے تم مجھ سے ڈرتے رہو۔ (آیت:۵۲) ''اُمَّۃ'' کے مشہور معنی جماعت اور قوم کے ہیں اور دوسرے معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں۔ یہاں دین اور طریقہ ہی کے معنی میں آیا ہے مطلب یہ ہے کہ سب انبیاء کا دین وعقیدہ اور اصول وملت ایک ہی تھا اور سب نے اسی ایک دین توحید اور اسی ایک طریقہ کی دعوت دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ صرف اللہ ہی سے ڈرو اور اس کے احکام کی مخالفت نہ کرو۔

فَتَقَطَّعُوۡۤا اَمۡرَهُمۡ بَيۡنَهُمۡ زُبُرًا ؕ پھر ان لوگوں نے اپنے دین میں اپنا طریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا۔ (آیت:۵۳) ''زبر'' زبور کی بھی جمع آتی ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں اور ''زبرۃ'' کی بھی جمع ہے جس کے معنی ٹکڑے اور فرقہ کے ہیں۔ دونوں صورت میں مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ سب انبیاء نے ایک ہی دین اور طریقہ کی دعوت دی مگر امتیں اس پر قائم نہ رہیں اور انھوں نے اپنا اپنا طریقہ اور اپنی اپنی

کتاب الگ بنالی اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْن ٥ ہر گروہ کے پاس جو دین ہے وہ اسی پر مگن ہے۔(آیت: ۵۳) حالانکہ وہ دین اور طریقہ اللہ کا نازل کیا ہوا نہیں بلکہ خود انہیں لوگوں کا بنایا ہوا ہے اور باطل ہے لیکن اس کے باطل ہونے کے باوجود وہ اسی کو حق سمجھتا ہے۔

فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْن٥ اس لئے آپ ان کو ان کی غفلت میں ایک خاص وقت تک پڑا رہنے دیجئے۔(آیت: ۵۴) یعنی اگر یہ لوگ نہیں مانتے اور اپنی سرگرمیوں ہی میں مگن رہنا چاہتے ہیں تو آپ بھی ان کی جہالت و غفلت پر زیادہ غم نہ کیجئے ان کی غفلت و جہالت کا یہ نشہ زیادہ دیر تک نہیں رہے گا، ایک وقت معین موت کا آنے والا ہے جب ان کی آنکھیں کھل جائیں گے اور انہیں پتہ چل جائے گا کہ نبی جس چیز کی طرف بلا رہے تھے وہ کیا تھی؟! اور یہ جس چیز میں مگن تھے وہ کیسی تھی؟! سب حقیقت سامنے آجائے گی۔

دنیا کی خوشحالی اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہے

اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِه مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْن ٥ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰت ؕ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْن٥ کیا یہ لوگ یہ گمان کررہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال واولاد دیتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدے پہنچارہے ہیں بلکہ یہ لوگ نہیں سمجھتے۔(آیت: ۵۵-۵۶) یعنی ان کا یہ گمان غلط ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا اور ہمارا طرز زندگی اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس مال و دولت اور عیش و عشرت کی فراوانی سے کیوں نوازتا؟ یہ دنیا کی خوشحالی اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہے۔اس دنیا میں تو سانپ، بچھو، اژدہے، شیر، بھیڑیئے سب کی پرورش ہورہی ہے۔بات دراصل یہ ہے کہ یہ منکرین سمجھ نہیں رہے ہیں کہ ان کو مال واولاد اور دنیوی خوشحالی دے کر ڈھیل دی جارہی ہے، یہ لوگ اس ڈھیل سے غلط فائدہ اٹھا کر اور زیادہ مغرور وسرکش ہوکر خوب گناہ کریں گے، جس کا انجام یہ ہوگا کہ یہی مال واولاد کی کثرت اور ان کی یہ خوشحالی ان کے اور زیادہ عذاب کا سبب بنے گی۔حاصل یہ کہ جس کو یہ خیر سمجھے بیٹھے ہیں وہ ان کے لئے سراسر شر اور وبال جان ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْن ٥ بیشک جو لوگ اپنے پروردگار کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔(آیت: ۵۷) یعنی یہ لوگ مومن ہونے کے باوجود کافروں اور سرکشوں کی طرح اللہ سے بے خوف ہوکر نہیں رہتے بلکہ ان کے دل میں ہر وقت اس کا خوف رہتا ہے اور اس لئے وہ اس کی نافرمانی، گناہوں اور

برائیوں سے بچتے رہے ہیں۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیَاتِ رَبِّھِمْ یُؤمِنُونَ ٥ اور جولوگ اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ (آیت:۵۸) کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے حکم ملے وہ بالکل درست اور مناسب اور جو کچھ ان کی طرف سے خبر بتائی جائے وہ سب بالکل برحق اور جو کچھ ادھر سے پیش آئے وہ سب عین حکمت ہے۔

وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِرَبِّھِم لَا یُشْرِکُوْنَ ٥ اور جولوگ اپنے پروردگار کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ (آیت:۵۹) یعنی صرف یہی نہیں کہ وہ توحید پر قائم ہیں بلکہ وہ ہر طرح کے چھوٹے بڑے شرک سے دور رہتے ہیں۔

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ نیک اعمال کرکے بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا ہے

وَالَّذِیْنَ یُؤتُونَ مَآ اٰتَوا وَّ قُلُوْبھم وَجِلَۃٌ اَنَّھُم اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ ٥ اور جولوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل اس سے ڈرتے رہتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار کے پاس واپس جانے والے ہیں۔ (آیت:۶۰) یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرکے اور اسی طرح دوسری نیکیاں بھی کرکے ان پر وہ پھولتے نہیں اور اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ صدقہ وخیرات اور اعمال نیک کرکے بھی وہ ڈرتے ہی رہتے ہیں کہ دیکھو ہمارے یہ اعمال وہاں قبول بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری کسی کوتاہی کی وجہ سے ہمارا یہ صدقہ اور عمل نامقبول ہو جائے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ کیا یہ ڈرنے والے وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے ارشاد فرمایا، نہیں اے صدیق کے بیٹی، بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور صدقہ وخیرات کرتے ہیں، اس کے باوجود ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ہمارے یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول نہ ہوں'' (ترمذی)۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مومن نیکی کرتا ہے پھر بھی ڈرتا رہتا ہے اور منافق نافرمانی اور گناہ کرکے بھی بےفکر اور بےخوف رہتا ہے۔''

اہل ایمان دنیاداروں کی طرح نیکی کی طرف دوڑتے ہیں

اُولٰئِکَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَھُمْ لَھَا سٰبِقُوْنَ ٥ یہ لوگ فائدے جلدی جلدی حاصل کررہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔ (آیت:۶۱) یعنی جس طرح عام دنیادار لوگ دنیا کے نفع کے پیچھے دوڑتے ہیں اور دوسروں سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتے ہیں، اہل ایمان واہل تقویٰ دین اور آخرت کے کاموں میں اسی طرح دوڑتے اور اس کے لئے کوشش کرتے ہیں اور اس لئے وہ دین وآخرت کے

کاموں میں دوسروں سے آگے رہتے ہیں۔

''وَ لَا نُکَلِّفُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا'' اور ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ کام نہیں ڈالتے۔ (آیت: ۶۲) چنانچہ اوپر جو کام بتائے گئے ہیں ایسے نہیں ہیں جن کا کرنا مشکل ہو بلکہ سب انسانوں کے بس میں ہیں اور آسان ہیں۔ ہم انسان کی طاقت سے زیادہ کسی کام کا حکم ہی نہیں دیتے۔

ہر شخص کا نامۂ اعمال الگ الگ ہے

''وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ'' اور ہمارے پاس ایک رجسٹر ہے جو ٹھیک بتا دے گا۔ (آیت: ۶۲) یعنی ہر شخص کا نامۂ اعمال الگ الگ لکھا جا رہا ہے جو قیامت کے دن سب کے سامنے کھول دیئے جائیں گے اور ان ہی کے مطابق جزاء اور سزا دی جائے گی، اور کسی پر رتی برابر بھی ظلم نہ ہوگا کہ کسی بے قصور کو سزا دیدی جائے یا جتنی ملنی چاہئے اس سے زیادہ دیدی جائے یا کسی کی نیکی کا ثواب نہ دیا جائے یا کم دیا جائے۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝'' بَلْ قُلُوْبُهُم فِي غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا '' اور لوگوں پر ذرا ظلم نہ ہوگا (آیت: ۶۲) بلکہ ان کے دل اس (دین) کی طرف سے غفلت میں پڑے ہیں۔ (آیت: ۶۳) یعنی کافروں کا حال یہ ہے کہ ان کے دل دینِ حق کے بارے میں شک اور تردد اور آخرت کے حساب کتاب کی طرف سے سراسر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝ اور اس کے علاوہ ان کے اور بھی (برے) عمل ہیں جو یہ کرتے رہتے ہیں۔ (آیت: ۶۳) مطلب یہ ہے کہ ان کی گمراہی کے لئے تو کفر و شرک کا پردۂ غفلت کافی تھا مگر وہ اتنا ہی نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ بہت سے دوسرے برے برے کام بھی لگاتار کرتے رہتے ہیں چنانچہ وہ طرح طرح کی بداعمالیوں میں مبتلا رہتے ہیں۔

حَتّٰى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْئَرُوْنَ ۝ یہاں تک کہ جب ہم ان کے خوشحال لوگوں کو عذاب میں پکڑ لیں گے تو وہ فوراً چلا اٹھیں گے۔ (آیت: ۶۴) یعنی جب عذاب میں پکڑے جائیں گے تو غریبوں کا کیا ذکر، ان کے بڑے بڑے مالدار، خوشحال، لیڈر اور چودھری بھی اپنا کبر و گھمنڈ سب بھول کر بے اختیار فریاد و فغاں کرنے اور نہایت عاجزی اور ذلت کے ساتھ رحم کی درخواست کرنے لگیں گے اور چلا اٹھیں گے کہ ہمیں اس مصیبت سے بچاؤ۔

لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ قف اِنَّكُم مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ۝ اب مت چلاؤ ہماری طرف سے بالکل مدد نہ ہوگی۔ (آیت: ۶۵) یعنی اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ چلاؤ نہیں، اب یہاں چلانا، چیخ و پکار کرنا، عاجزی کرنا

سب بے فائدہ ہے۔ آج نہ کوئی تمہاری مدد کرسکتا ہے اور نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے، یہ دارالجزاء ہے، دارالعمل نہیں ہے۔ اس آیت جس عذاب کے اندران کے پکڑے جانے کا ذکر ہے اس سے عذابِ آخرت بھی مراد ہوسکتا ہے اور عذابِ دنیا بھی۔ جیسا کہ جنگ بدر میں کفار مکہ کے بڑے بڑے متکبر سردار قتل بھی کئے گئے اور قید بھی ہوئے۔ اور بعض مفسرین نے اس سے قحط کا وہ عذاب مراد لیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے ان پر مسلط ہو گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا بہت ہی کم کی ہے لیکن ایک مرتبہ مسلمانوں پر کفار کے مظالم سے مجبور ہو کر یہ بددعا فرمائی تھی کہ: ''اے اللہ، ان پر یوسف کے سات سالہ قحط جیسا قحط مسلط فرمادے'' چنانچہ ایسا سخت قحط پڑا کہ ان لوگوں کو مردار، ہڈیاں کھانے اور خون پینے تک کی نوبت آ گئی۔

قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِي تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ٥ میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے۔ (آیت:۶۶) یعنی دنیا میں جو دارالعمل تھا وہاں تو تمہارا یہ حال تھا کہ تمہیں میری آیات کا سننا تک گوارا نہ تھا، جب پیغمبر میری آیات تمہیں پڑھ کر سناتے تھے تو تم الٹے پاؤں بھاگ نکلتے تھے۔

رسول کی باتوں کو مذاق میں لینا بڑے عذاب کا سبب ہے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ٥ تکبر کرتے ہوئے اس کا مشغلہ بناتے ہوئے بیہودہ بکتے ہوئے۔ (آیت:۶۷) ''اس کا'' سے جمہور مفسرین نے خانۂ کعبہ اور حرم مراد لیا ہے اور بعض نے قرآن کو اور بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے۔ حرم اور خانہ کعبہ مراد لینے کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ قریش کو خانۂ کعبہ سے اپنی نسبت اور اس کے خادم ونگراں ہونے پر تکبر اور ناز تھا اس وجہ سے انھوں نے رسول اور آیات کا انکار کیا۔ اور قرآن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لینے کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن اور رسول کے ساتھ کبر وغرور سے پیش آتے تھے اور اپنے گھمنڈ میں ان کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے اور ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اور ''سٰمرا'' ''سمرۃ'' سے ہے جس کے معنی ہیں رات کو قصے کہانیاں کہنا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بے سروپا قصے کہانیاں سننے کے عادی تھے اسی میں مشغول رہتے تھے، ان کو قرآن اور اللہ کی آیات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی شان میں بیہودہ اور فحش باتیں بکتے رہتے تھے کہ کوئی اس کو جادو کہتا، کوئی شعر کہتا اور کوئی کچھ اور کہتا، اسی طرح کی بکواس کیا کرتے تھے، تو لو، اب آج اس کا مزہ چکھو، چلانے اور فریاد کرنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

'' اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ '' کیا ان لوگوں نے اس کلام میں غور نہیں کیا۔ (آیت:۶۸) ''اس کلام'' سے مراد قرآن مجید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کیا ان لوگوں کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کلام الٰہی میں غور وفکر نہیں کیا۔ یعنی

اگر یہ لوگ قرآن مجید میں غور کر لیتے اور توجہ سے اس کو سن اور پڑھ لیتے تو ان کو اس پر ایمان لانے کی توفیق ہو جاتی۔

اَمۡ جَآءَ هُم مَّالَمۡ يَأۡتِ اٰبَآءَ هُمُ الۡاَوَّلِيۡن o یا ان لوگوں کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو اگلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی۔ (آیت:۶۸) یعنی کیا ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ ان کے پاس کوئی انوکھی چیز آگئی ہے جس سے ان کے کان آشنا نہیں ہیں، حالانکہ ایسا نہیں، پہلے بھی پیغمبر آتے رہے ہیں اور آسمانی کتابیں بھی آتی رہی ہیں، خود مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام آئے جن کو یہ بھی مانتے ہیں اور جن کی اولاد ہونے پر ان کو فخر بھی ہے، اس لئے انکار کرنے کی وجہ بھی نہیں ہو سکتی۔

منکرین رسول بھی آپ کے انتہائی عقلمند، ہوشمند اور صاحب رائے ہونے کے قائل تھے

اَمۡ لَـمۡ يَـعۡـرِفُوا رَسُولَهُم فَهُمۡ لَه مُنۡكِرُون o یا یہ لوگ اپنے رسول کو پہچان نہ سکے اس وجہ سے ان کا انکار کر رہے ہیں۔ (آیت:۶۹) یعنی ان کے انکار کرنے کی یہ وجہ بھی نہیں ہو سکتی کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ونسب، سیرت وکردار کی بلندی اور دیانت وامانت وغیرہ اخلاق فاضلہ سے ناواقف ہیں، کیونکہ آپ قریش ہی کے اعلیٰ نسب میں اسی شہر مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن سے لے کر اعلان نبوت تک اور اس کے بعد کا بھی کافی زمانہ انہیں لوگوں کے درمیان گذرا اور قریش خود آپ کی پاکیزہ سیرت اور بلند کردار کے گواہ اور معترف تھے۔

اَمۡ يَـقُـوۡلُـوۡنَ بِـه جِنَّة o یا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ان کو جنون ہے۔ (آیت:۷۰) ظاہر ہے کہ یہ وجہ بھی نہیں کیونکہ زبان سے تو چاہے جو کچھ وہ کہتے رہیں لیکن دل سے وہ بھی آپ کے انتہائی عقلمند، ہوشمند اور صاحب رائے ہونے کے قائل تھے، پھر یہ کہ ایک مجنون، پاگل اور ایک عقلمند، ہوشمند آدمی کا فرق کوئی ایسا ڈھکا چھپا تو نہیں ہوتا کہ دونوں میں تمیز کرنا مشکل ہو۔

بَلۡ جَآءَ هُم بِالۡحَقِّ وَ اَكۡثَرُهُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡن o بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) یہ رسول ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ حق سے نفرت رکھتے ہیں۔ (آیت:۷۱) یعنی ان کے انکار کرنے کی اصل وجہ ان میں سے کوئی نہیں ہے جو اوپر ذکر ہوئیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ ان کو حق ہی سے نفرت اور بیزاری ہے اس لئے وہ حق کی دشمنی میں ایسی تہمتیں تراشتے ہیں۔

ایک چھوٹے سے گھر کا انتظام سب کی خواہش کے مطابق نہیں چل سکتا تو پھر...

وَلَـوِ اتَّبَـعَ الۡحَق اَهۡوَاءَ هُم لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰت وَالۡاَرۡض وَ مَنۡ فِيۡهِنَّ o اور اگر دین حق ان لوگوں کی خواہشوں کا تابع ہو جاتا تو آسمان وزمین اور جو ان میں (آباد) ہیں سب تباہ ہو جائے۔ (آیت:۷۱)

یعنی اس کے بجائے کہ یہ لوگ دین حق کی پیروی کرتے الٹا یہ چاہتے ہیں کہ دین حق ہی ان کی خواہشات اور خیالات کے مطابق کر دیا جائے اور قرآن کے جو مضامین ان کے خلاف ہیں، ان کو یا تو قرآن سے نکال دیا جائے یا ان میں ترمیم کردی جائے۔ یہ تو اس زمانے کے کفار کا حال تھا لیکن آج بھی ایسے خام خیالوں کی کچھ کمی نہیں ہے۔اسی پر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دین حق ان کی خواہشات اور خیالات کے تابع ہو جائے تو تمام دنیا میں شرک وکفر، ظلم و بےحیائی پھیل جائے جس کے نتیجہ میں آسمان و زمین اور ساری دنیا کا نظام وانتظام تباہ و برباد ہو جائے، نہ تو دینی اور شرعی نظام ہی قائم رہ جائے اور نہ کائناتی نظام ہی درست رہ سکے۔ایک چھوٹے سے خاندان اور گھرانے کا انتظام تو سب کی خواہش کے مطابق چل نہیں سکتا پھر اتنی بڑی دنیا کی حکومت کیسے چل سکتی ہے؟

بَل اَتَینٰھُم بِذِکْرِھِم فَھُمْ عَنْ ذِکْرِھِمْ مُّعْرِضُوْن ٥ بلکہ ہم نے ان کے پاس ان کی نصیحت کی بات بھیجی اور یہ لوگ اپنی نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں۔(آیت:۷۱)اور اپنے نفع ونقصان کی طرف سے اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ اپنے نفع و بھلائی اور نصیحت کی بات سے بھی منہ موڑے ہوئے ہیں اور اس سے آنکھیں بند کر لی ہیں۔

’’اَمْ تَسْئَلُھُم خَرْجاً‘‘ کیا آپ ان سے کچھ آمدنی چاہتے ہیں۔(آیت:۷۲)یعنی آپ اپنی اس دعوت وتبلیغ میں بالکل بےلوث ہیں، ان سے آپ اس نصیحت و خیر خواہی کا کوئی معاوضہ بھی نہیں طلب کرتے جن سے ان کو یہ شبہ ہو کہ اسی نفع کے لئے یہ سب کچھ آپ کر رہے ہیں اور اس وجہ سے حق کو نہیں قبول کرتے۔

فَخَرَاجُ ربکَ خَیر ﷺ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْن ٥ آمدنی تو آپ کے پروردگار کی سب سے بہتر ہے اور وہ سب روزی دینے والوں سے بہتر ہے۔(آیت:۷۲) پھر آپ اپنے رب کے رزق کو چھوڑ کر لوگوں سے آمدنی اور معاوضہ طلب ہی کیسے کر سکتے ہیں؟

وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْھُمْ اِلیٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم ٥ اور بیشک آپ تو ان کو سیدھے راستہ کی طرف بلا رہے ہیں۔(آیت:۷۳)اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ آپکی دعوت کو قبول کر لیں اور اس سیدھے راستہ اور دین حق کو اختیار کر لیں۔

وَاِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰکِبُوْن ٥ اور بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ راستہ سے ہٹے ہوئے ہیں۔(آیت:۷۴)یعنی چونکہ آخرت ہی کو وہ نہیں مانتے، اس ’’آج‘‘ کے بعد جو’’کل‘‘ آنے والا ہے اسی کا انکار کرتے ہیں، جب انہیں اسی کا احساس نہیں ہے کہ کسی کے سامنے اس زندگی کے تمام اعمال کا حساب کتاب دینا ہے تو پھر انہیں حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے اور دین حق پر چلنے کی فکر اور طلب ہی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ تو ہر سیدھی بات کو بھی ٹیڑھی بنالیں گے۔

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْن o اور اگر ہم ان پر مہربانی کر دیں اور ان پر جو تکلیف ہے اس کو دور بھی کر دیں تو بھی وہ لوگ اپنی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے اصرار کرتے رہیں۔ (آیت:۷۵) یعنی مصیبت میں مبتلا ہونے پر یہ ہم سے فریاد بھی کرتے ہیں لیکن وہ بس ایک وقتی چیز ہوتی ہے چنانچہ اگر ہم ان کی فریاد پر رحم کھا کر ان کی مصیبت اور عذاب کو ہٹا دیں تب بھی یہ شرارت اور سرکشی سے باز نہ آئیں اور اسی طرح نافرمانی اور عداوت ومخالفت میں لگے رہیں۔

وَ لَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْن o اور ہم نے ان کو عذاب میں بھی گرفتار کیا ہے پھر بھی ان لوگوں نے نہ اپنے پروردگار کے سامنے عاجزی کی اور نہ گڑگڑائے۔ (آیت:۷۶) یعنی عذاب اور مصیبت میں مبتلا ہونے اور پھر اس سے نجات پانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے نہ جھکے اور اس کی فرمانبرداری نہ اختیار کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور قحط کا خاتمہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر کفار مکہ کے بے پناہ ظلم وستم سے تنگ آ کر ایک بار بددعا فرما دی اور ان پر سخت قحط مسلط ہو گیا تھا، مجبور ہو کر ابوسفیان جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور ان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں تھیں آپ کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر عرض کیا کہ کیا آپ نہیں کہتے کہ میں سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا بیشک میں یہ ضرور کہتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ آپ نے اپنی قوم کے بڑوں کو تو بدر میں تلوار سے قتل کر دیا اور جواب رہ گئے ہیں ان کو بھوک سے قتل کر رہے ہیں، اللہ سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے ہٹ جائے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی اور قحط ختم ہو گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی لیکن پھر بھی مشرکین شرک وکفر اور اسلام کی مخالفت سے باز نہ آئے۔

حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَاباً ذَا عَذَابٍ شَدِيْد اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْن o یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب کا دروازہ کھول دیں گے تو اس وقت بالکل حیرت زدہ رہ جائیں گے۔ (آیت:۷۷) کہ یہ کیا ہو گیا؟ اور اس وقت کبر وغرور کا سب نشہ اتر جائے گا، انہیں آخرت کا سخت عذاب تو یقیناً ہو گا، لیکن یہاں اس سے دنیا کا عذاب بھی مراد ہو سکتا ہے جو قہر الٰہی کی صورت میں آپڑے۔

فائدہ: ''مبلسون'' کے معنی مایوس ہونے اور مارے حیرت کے دنگ رہ جانے کے ہیں۔

موعظۂ حسنہ

قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے

حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب مظاہری دامت برکاتہم

یہ مضمون حضرت والا کا ایک بیان ہے جو بتاریخ ۹؍ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ ۔اکتوبر ۲۰۰۴ء کو مسجد مسلم ہوسٹل الہ آباد یونیورسٹی الہ آباد میں ہوا تھا،اس بیان میں شہر الہ آباد کے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور عمائدین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔''اصلاحی بیانات'' سے اخذ کر کے افادۂ عام کیلئے اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

میں ایک بات اکثر کہا کرتا ہوں کہ روزہ ہم بغیر اللہ تعالیٰ کی توفیق اور مدد کے نہیں رکھ سکتے اسی طرح یہ بھی کہہ رہا ہوں کہ تراویح بیس رکعت اور پھر تراویح کے اندر پورے قرآن مجید کا سننا یہ بھی ہم نہیں کر سکتے۔نہ روزہ رکھنا ہمارے بس میں ہے اور نہ تراویح کی عبادت ہمارے بس میں ہے۔ہم صرف یہ کرتے ہیں کہ روزہ رکھنے کی نیت کر لیتے ہیں۔اسی طرح تراویح میں بھی ہم نیت باندھ لیتے ہیں باقی آگے والا سارا کام اللہ تعالیٰ کراتے ہیں،ورنہ تیرہ چودہ گھنٹہ کا روزہ ہے گو موسم معتدل ہے تاہم غیر رمضان میں تین چار گھنٹہ تو بغیر چائے کے رہ نہیں پاتے اور پان ہی والوں کو ہر پانچ دس منٹ پر پان اور تمبا کو چاہئے،لیکن تیرہ چودہ گھنٹہ تک آدمی کا اس طرح رہ جانا یہ کچھ اپنے بس کا نہیں ہے۔

ہمت مرداں مدد خدا

فارسی کی کہاوت ہے کہ ''ہمت مرداں مدد خدا'' آدمی ہمت کر لیتا ہے نیت کر لیتا ہے،ارادہ کر لیتا

ہے تو اللہ کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے اس لئے عرض کرتا ہوں کہ اس وقت تراویح والی عبادت کے ایک حصہ کی، یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تراویح ایک مستقل عبادت ہے جو مستقل چلتی رہے گی جب تک کہ عید کا چاند نظر نہ آجائے اور تراویح کے اندر ایک قرآن مجید کا سننا اور پڑھنا یہ ایک مستقل عبادت ہے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ تراویح کی عبادت کے ایک حصہ کی جو تکمیل کی توفیق ہوئی ہے اس میں کچھ ہمارا دخل نہیں ہے سوائے اس کے کہ بس ہم چلے آتے ہیں اور نیت باندھ لیتے ہیں۔ باقی اللہ تعالیٰ ہی پورا کرا دیتے ہیں ورنہ یہ جوان جو ہیں کرکٹ کے میدان میں ایسا اچھل کود کرتے ہیں کہ لگتا ہے یہ جنگل کے شیر ہیں لیکن یہ مسجد میں آکر نیت باندھ کر اور نیت باندھ کر کیا نیت باندھنے ہی سے ایسا گھبراتے ہیں کہ جیسے بزدلی میں لومڑی اور چوہا ہوں اور بعض بوڑھے لوگ جو ٹھیک سے پیر زمین پر نہیں رکھ سکتے اپنی ناطاقتی کی وجہ سے وہی جب نیت باندھ لیتے ہیں تو اطمینان کے ساتھ پوری تراویح پڑھتے ہیں۔

سب شکر اللہ تعالیٰ کا ہی ہے

تو فرق صرف اپنے ارادہ کا ہے، باقی پورا کرواتے ہیں اللہ تعالیٰ۔ اس لئے سب شکر اسی کا ہے، سارا احسان اسی کا ہے، ساری توفیق اسی کی دی ہوئی ہے۔ وہ جب دینا چاہتے ہیں کسی کو تو بہانہ سے دیتے ہیں۔ کسی نے نیت باندھی کام پورا کرا دیا اس کا، اور پھر اس کو اس کے بدلہ داد و دہش کا خزانہ اس کے لئے کھول دیتے ہیں، روزہ کی نیت باندھی، روزے پورے کرا دئے پھر اس کے لئے فرماتے ہیں:

”و انا اَجزِی به“ (بخاری و مسلم۔ ریاض الصالحین ص ۸۷ طبع دیوبند)

میں اس کا بدلہ دوں گا، فرشتوں سے نہ دلواؤں گا۔ بلکہ اس کا بدلہ میں خود ہی دوں گا اس لئے کہ وہ روزہ دار سب کچھ میرے لئے چھوڑے ہوئے ہیں۔ تو اس عبادت کی تکمیل کی جو توفیق ہوئی اس کی طرف سے ہوئی اس لئے سب شکر اسی کا ہے، سارا احسان اسی کا ہے۔

فتنوں کی نشاندہی اسلئے تا کہ ہم ہوشیار ہو جائیں

لیکن اسی کے ساتھ ایک بات اور بتلاتا ہوں آپ کو، اس کو خوب اچھی طرح سن لیجئے اور سمجھ لیجئے، اس لئے سمجھ لیجئے کہ بڑے فتنہ کا زمانہ آگیا ہے، وہ فتنے جن کی نشاندہی احادیث مبارکہ میں کی گئی ہے، وہ لگاتار دھڑا دھڑ اور مسلسل چلے آرہے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتنوں کی نشاندہی اسی لئے فرما دی تھی تا کہ

اس زمانہ کا مسلمان ہوشیار ہو جائے ،ان فتنوں کی جو نشاندہی کی گئی ہے اور جو علامات بیان کی گئی ہیں وہ اس لئے نہیں کہ اس کی وجہ سے امت میں مایوسی پیدا ہو جائے بلکہ وہ اس لئے ہے تا کہ امت اس سے چوکنی ہو جائے اور ہوشیار ہو جائے ،اس کی مدافعت کرے اور اس کے مفاسد اور خرابی سے بچنے کے لئے کوشش کرے۔

بڑے فتنوں کا دور آرہا ہے ،مسلمانوں کے عقیدے متزلزل کئے جارہے ہیں اور جب سے یہ انٹرنیٹ آ گیا ہے لوگ کہتے ہیں کہ اس کو صحیح کام میں بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور صحیح کام میں بعض جگہ استعمال بھی ہورہا ہے ، میں اس کے منافع اور فوائد کا انکار نہیں کرتا ہوں لیکن صحیح استعمال کرنے والوں کی تعداد کم ہے ، ایسے لوگ کم ہیں جو اس کو صحیح مقاصد میں استعمال کرتے ہوں اور مفسدین اقتدار میں ہیں ،ان کی تعداد زیادہ ہے اور وہ چاق و چوبند اور اپنی فساد انگیزی میں سرگرم ہیں اس واسطے اس کے ذریعہ طرح طرح سے خرابیاں پیدا کی جارہی ہے ۔قرآن مجید کو بگڑی ہوئی شکل میں پیش کیا جارہا ہے ،اور مسلمانوں کا جہالت اور خاص طور سے دینی جہالت کا حال یہ ہے کہ اگر ان سے یہ پوچھا جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی کیا تھا تو بہت سے مسلمان آپ کو مل جائیں گے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں بتا پائیں گے ،وہ نہ یہ بتا پائیں گے کہ آپ کی پیدائش کہاں ہوئی تھی ،ان کی جہالت کا تو یہ حال ہے کہ بعض دفعہ یہ فرق نہیں کر پاتے ہیں کہ بڑے پیر صاحب اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم الگ الگ ہیں کہ ایک ہی ہیں۔

تو جب دین سے جہالت کا یہ حال ہو تو پھر یہ انٹرنیٹ کیا کیا دکھلائے گا اور دکھلا رہا ہے ،اور یہ کچھ انٹرنیٹ ہی پر انحصار تھوڑے ہی ہے اس وقت چوں کہ سب سے زیادہ وسائل اعلام اور ذرائع ابلاغ وہی ہیں اس لئے میں نے اس کا نام لے لیا ورنہ اور بھی بہت ہیں ،اس لئے میں کہتا ہوں کہ بڑے فساد کا زمانہ آ گیا ہے اور بڑا نازک زمانہ آ گیا ہے۔

ہمارے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے یہ عقیدہ ضروری

ایک موٹی سی بات بتلاتا ہوں جو اس بات کے لئے دلیل اور ثبوت ہے جسکو سب لوگ سمجھ سکتے ہیں ، اس بات کا ثبوت کہ یہ دین اسلام دین برحق ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں اور آپ انسانوں کے علاوہ جنات تک کے لئے بھی رسول ہیں ،اور یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اللہ کی آخری

کتاب ہے اور قیامت تک کے لئے ہے، اتنا عقیدہ رکھنا ہمارے لئے انتہائی ضروری ہے، ہمارے مسلمان رہنے کے لئے بھی یہ عقیدہ ضروری ہے اور ہمارے وجود کے قائم رہنے کے لئے بھی یہ عقیدہ ضروری ہے، ہمارا دنیوی فائدہ بھی اسی میں ہے۔ ہمارا دنیوی فائدہ یہ ہے کہ ہم موجود ہیں تو زندگی کا فائدہ یہ ہے کہ ہم موجود رہیں ہماراوجود ختم نہ ہوجائے، نیست ونابود نہ ہوجائے، تو اس چیز کا اس سے واسطہ اور اس سے تعلق ہے کہ ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے رسول ہیں اور یہ قرآن مجید آخری کتاب ہے اور قیامت تک کے لئے آخری کتاب ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت

اس سے پہلے جتنی کتابیں آئی ہیں وہ آخری کتاب نہیں تھیں، اللہ کی کتاب تو ضرور تھی، زبور بھی، توریت بھی، انجیل بھی لیکن اللہ کی آخری کتاب نہیں تھی، اور جن امتوں کو وہ کتابیں دی گئیں وہ آخری امت بھی نہیں تھیں اور سب سے زیادہ برگزیدہ بھی نہیں تھیں۔ اس واسطے نہ اللہ نے ان امتوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اور نہ ان کتابوں کی حفاظت کا وعدہ فرمایا لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے اور اس امت کو ایک خصوصیت عطا فرمائی ہے جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص خصوصیت عطا فرمائی کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں نبوت کا سلسلہ آپ کے اوپر ختم ہے اور رہتی دنیا تک کے لئے اسوہ اور آئیڈیل ہیں، تو جو آئیڈیل ہو اس کی زندگی کا ہر نشیب وفراز اور اندرو باہر ظاہر و باطن نہ یہ کہ صرف سب کے سامنے ہونا چاہئے بلکہ محفوظ شکل میں ہونا چاہئے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کی مبارک زندگی کا ہر گوشہ حتی کہ تنہائی اور اندھیرے کا بھی گوشہ اجالے میں ہے، بالکل لائٹ میں ہے، دوست چاہے دیکھ لے اور پڑھ لے، اور دشمن چاہے تو دیکھ لے اور پڑھ لے، اور یہی نہیں بلکہ محفوظ بھی ہے اور ایسا محفوظ ہے ایسا محفوظ ہے کہ اگر کوئی اس میں گڑبڑ کرنا چاہے، ہیر پھیر کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویاں تھیں اور ایک ساتھ نو بیویاں آپ کے نکاح میں تھیں۔ اب اس پر بڑا اعتراض ہے دشمنان اسلام کو، تو اگر وہ یہ چاہیں کہ نو کی تعداد کو بڑھا کر نوے کردیں تو نہیں کرسکتے وہ اس لئے کہ اتنے مربوط تعلق کے ذریعہ سے محفوظ ہیں وہ روایتیں کہ وہ نو سے آگے پیچھے نہیں کرسکتے ہیں، اور اگر کوئی مسلمان بزدل ڈر کے مارے کہ بڑا اعتراض ہو رہا ہے ہمارے نبی پر تو نو کی

روایت کو ختم کر کے ایک ہی کو لے آئے، کرے گا تو وہ محبت میں لیکن ہے بزدلی تو وہ بھی اگر کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا اعلان

تو آپ چونکہ آئیڈیل ہیں امت کے لئے اس لئے اللہ تعالی نے آپ کی سیرت کو ایسا محفوظ کر دیا ہے کہ اس میں کوئی تین پانچ نہیں کرسکتا ہے۔ اور جو کتاب آپ کو دی گئی وہ کتاب چونکہ قیامت تک کے لئے ہدایت نامہ ہے اس لئے اس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اعلان فرمادیا:

''اِنَّا نَحنُ نَزَّلْنا الذِّکْرَ و اِنَّا لَه لَحافِظُون''

ہم نے اس کو نازل کیا ہے اور ہمیں اس کی حفاظت کریں گے۔

دنیا دارالاسباب ہے

اس کی حفاظت کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے وسائل اور ایسے ذرائع پیدا فرمادئے، وہی تو خالق کائنات ہیں، اور اس کائنات کے مالک بھی وہی ہیں تو شروع ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس کے ذرائع اور وسائل پیدا فرمادئے کہ اب اس میں اگر کوئی گڑ بڑ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ہے۔ دنیا دارالاسباب ہے اسلئے اللہ تعالیٰ نے یہاں سب چیزوں کو اسباب کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے، ورنہ اس کی حفاظت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ ہر سال اللہ تعالیٰ آسمان سے قرآن مجید کا ایک ایک ارب نسخہ چھپا چھپایا نازل کر دیتے۔ آج شاہ فہد لاکھوں بٹواتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نہیں کر سکتے۔ ہر آدمی کے گھر میں پہنچ جاتا، لیکن یہ نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے جبکہ ''اِن اللّٰـه عَلٰی کُلِّ شَئی قَدِیر '' ہر چیز پر اللہ قادر ہے، لیکن اس طرح نہیں کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو اسباب کا طریقہ جاری فرمایا ہے یہ اس کے مناسب نہیں ہے۔

آپ خاتم الانبیاء اور امام المرسلین ہیں

دیکھئے موسیٰ علیہ السلام کی قوم باقی رہنے والی قوم نہ تھی، تو کیا ہوا؟ جب مقابلہ ہوا فرعون سے جو بہت بڑی طاقت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے معجزاتی طور پر فرعون کو غرق کر دیا اور ان کو پار کرا دیا، لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نہیں ہوا، جب عرب کے تمام قبائل یکجا ہو کر متحد ہو کر مدینہ کے اوپر حملہ آور ہوئے جس کو تاریخ اسلام میں غزوۂ خندق اور قرآن مجید میں غزۂ احزاب کہا گیا ہے تو یہ نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ہوا

بھیج دیتے کہ سب اڑ جاتے، نہیں یہ سب کچھ نہیں ہوا، آخرموسیٰ علیہ السلام سے بڑے نبی ہیں نا آپ صلی اللہ علیہ وسلم؟ خاتم الانبیاء ہیں امام المرسلین ہیں، پھر بھی یہ سب نہیں ہوا، بلکہ یہ ہوا کہ یہ خاتم الانبیاء، امام المرسلین، حبیب رب العالمین خود کدال لے کر پتھریلی زمین کو کھودرہے ہیں، مدینہ کے اطراف میں خندق کھودی جارہی ہے، کھودنے والوں میں صرف صحابہ کرام ہی نہیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بھی شامل ہے، کئی کئی دن سے بھوکے ہیں، بھوک کی وجہ سے پیٹ اور پیٹھ دونوں چپک کر ایک ہوگئے ہیں، کمر ٹیڑھی ہوگئی ہے، پتھر ایک ایک نہیں کئی کئی باندھ لئے ہیں اپنے شکم مبارک پر، اور کدال چلارہے ہیں۔ یہ کون؟ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم، یہ سب کیوں ہورہا ہے؟ اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئیڈیل ہیں، آپ کا دین قیامت تک کے لئے ہے اور یہ امت بھی آئیڈیل ہے اس امت کو ایسے ہی بنانا ہے، ایسی ہی ان کی تربیت کرنی ہے۔

اسی واسطے یہ نہیں ہوا کہ اربوں کی تعداد میں قرآن مجید چھپ کر آسمان سے آجاتا، جب پیڑ میں آم پھل سکتا ہے امرود پھل سکتا ہے، پپیتا پھل سکتا ہے، زمین کے نیچے سے آلو نکل سکتی ہے گاجر مولی نکل سکتی ہے تو فضاؤں میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید نہیں پیدا کرسکتے تھے؟ کیوں نہیں کرسکتے تھے، لیکن یہ سب کچھ نہیں ہوا، اسلئے کہ اسباب سے بننا تھا اسکو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا جو وعدہ فرمایا اس کو اسباب ہی کے ذریعہ سے پورا کیا ہے، اور یہ بھی بتلادیا کہ ہم نے قرآن مجید کو یاد کرنے کے لئے آسان کردیا ہے، ذکر کی دو تفسیریں کی ہیں مفسرین نے، ایک یہ کہ یاد کرنے کے لئے اور اس وقت مجھ کو یہی عرض کرنا ہے اور دوسرے یہ کہ نصیحت حاصل کرنے کے لئے۔

ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے نہ کہ..........

قرآن مجید میں جو نصیحت کے مضامین بیان کئے گئے ہیں جیسے انبیاء کے واقعات ہیں، جنت اور جہنم کا تذکرہ ہے، یہ سب سمجھنا آسان کردیا ہے، یہ نہیں کہ ہر ہر آیت کو آسان کردیا ہے بہت سے لوگ تھوڑی سی اردو پڑھ لیتے ہیں اور تین حصہ منہاج العربیہ کا، اور تفسیر بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں، اور احکام کی آیات کی تفسیر کرتے ہیں اور مجتہد بن جاتے ہیں، اور پھر اجتہاد میں حضرت امام اعظمؒ سے بھی آگے چلے جاتے ہیں، اور یہی آیت پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو کہہ رہے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کو آسان کیا ہے، لیکن وہ ذکر کو نہیں پڑھتے

ہیں کہ کس کے لئے آسان کیا ہے؟ نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے،اجتہاد کرنے کے لئے آسان نہیں کیا ہے اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں یہ بھی بیان فرماتے ہیں:

''وَ تِلکَ الاَمْثال نَضرِبها لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقلهَا اِلَّا العَالِمُون''

قرآن مجید میں جو مثالیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ان مثالوں کو ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو عالم لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں ،علم ہی والے سمجھ سکتے ہیں ۔تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں ہر طرح کے مضامین ہیں ،ایسے بھی ہیں جو عام فہم ہیں تا کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کرسکیں،اور ایسے بھی ہیں جو علم اور اجتہاد چاہتے ہیں ان کے تقاضوں کو جو پورا کرے گا وہی سمجھ پائے گا۔خیر میں یہ عرض کرر ہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کو اسباب سے وابستہ کردیا ہے اور یہ فرمایا کہ ہم نے اس کو آسان کردیا یاد کرنے والوں کے لئے ۔تو اب دیکھئے کہ کس طرح یاد کرنے کے لئے آسان کردیا۔

میں تقریر کرر ہا ہوں کس طرح کرر ہا ہوں ؟ اس طرح کہ میرا چہرہ آپ کے سامنے اور آپ کا چہرہ میرے سامنے ہے ۔لیکن اگر ابھی میں منہ ادھر کرلوں تو کیا حال ہوگا آپ کا ؟ اور میرا بھی ؟ میں بھی نہ بول پاؤں گا اور آپ بھی کھسکنا شروع ہو جائیں گے ،یہی ہوگا نا ؟ طریقہ یہی ہے کہ اگر کوئی تقریر کرر ہا ہوتو اس کا رخ مجمع کی طرف ہو اور مجمع کا رخ اس کی طرف ہو ۔ایسا ہوگا تب تو تقریر کر پائے گا نہیں تو مقرر بھی نا کام ہو جائے گا،اور سامعین بھی نو دو گیارہ ہو جائیں گے۔

اچھا صاحب یہ تو تقریر کی بات ہوگئی ،آپ کو گانا بہت اچھا لگتا ہے نا،ایک گویا لے آیئے جو بہت اچھا گاتا ہو اس سے کہہ دیجئے کہ پڑھ لیکن منہ ادھر کر کے ،ہم لوگ تمہارے پیچھے رہیں ،گے تو پڑھے گا؟ بہت ماہر ہوگا ،مشاق ہوگا تو شاید ایک غزل یا آدھی غزل سنا پائے ورنہ نہیں چل پائے گا ،اٹک جائے گا اور اگر کہیں اس سے آپ نے یہ کہہ دیا کہ اسی طرح غالب کا پورا دیوان سناؤ ہم کو تو وہ کہے گا کہ میرے بھائی کچھ پیسے لے لو اور یہ سزا نہ دو ،معاف کردو ہمیں ۔یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کچھ ،لیکن ذرا تماشہ دیکھئے قدرت کا ،ایک شخص کھڑا ہوتا ہے اس کا منھ مخالف جانب ہے اور جتنے سننے والے ہیں وہ سب کے سب اس کے پیچھے کھڑے ہیں ہاتھ باندھ کر ۔چہرے کا چہرے سے تقابل نہیں ہے اور وہ شخص حافظ قرآن سنار ہا ہے اور سنا بھی وہ چیز رہا ہے جس کو سننے والے سمجھ بھی نہیں رہے ہیں ۔

آج بھی مسلمانوں کی آبادی کا ساٹھ ستر فیصد سے زائد حصہ ایسا ہے جو عربی زبان نہیں سمجھتا ہے صرف عرب کے اور کچھ افریقہ کے ممالک ہیں، مصر، ہے سوڈان ہے، الجزائر ہے وہاں کچھ عربی چل جاتی ہے لیکن جو عربی بولنے والے ہیں ان کا بھی یہ حال ہے کہ یہ سب صحیح اور فصیح عربی نہیں سمجھتے ہیں۔ جیسے ہمارے یہاں دیہاتی ہیں کہ اگر ان کے سامنے آپ غالب کی غزل پڑھئے تو کیا سمجھیں گے وہ؟ وہ کچھ نہ سمجھیں گے۔

واقعہ ایک زمیندار صاحب کا

ایک زمیندار صاحب تھے، ظاہر ہے کہ پڑھے لکھے تھے کچھ کسان آئے بے چارے، کچھ لگان وغیرہ کا چکر رہا ہوگا، آئے وہ، میاں سے ملاقات ہوئی، میاں صاحب نے ان کسانوں سے کہا کہ ''امسال تمہارے کشت زار گندم میں تقاطر امطار ہوا یا نہیں'' یہ بات تو آپ لوگ بھی نہ سمجھیں ہوں گے، وہ سب کچھ دیر تک منھ تکتے رہے، نہیں سمجھ میں آیا، پھر کہنے لگو، چلو ابھی میاں قرآن پڑھ رہے ہیں۔ حالانکہ میاں نے یہ پوچھا تھا کہ اس سال تمہارے گیہوں کے کھیت میں بارش ہوئی کہ نہیں ہوئی۔ کشت زار گندم کے معنی ہیں گیہوں کا کھیت اور تقاطر امطار کے معنی بارش۔ میاں نے تو یہ کہا تھا۔ اردو ہی تو بولے تھے نا؟ لیکن دیکھئے یہ ایسی اردو ہے کہ اس مجمع میں بھی بہت سے لوگوں نے نہیں سمجھا ہوگا۔ تو یہی حال ان عربوں کا بھی ہے کہ بہت سے لوگ فصیح عربی کو نہیں جانتے ہیں۔ ابھی جو نیا سروے آیا ہے کہ عرب کے جتنے ممالک ہیں، گلف کے جتنے ممالک ہیں ان کی پوری آبادی ہندوستان کی پوری آبادی کی تہائی ہے۔ اب بتایئے، اور وہی عربی بولنے والے ہیں، تو میں جو یہ عرض کر رہا ہوں کہ ستر فیصد کم سے کم ایسے ہیں جو عربی زبان کو نہیں سمجھتے اور اس کے باوجود پڑھنے والا ادھر منھ کئے ہوئے ہے، سننے والے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں اور مطلب بھی نہیں سمجھ رہے ہیں۔ کون سی کتاب سن رہے ہیں بھائی؟ اور ایسا سن رہے ہیں کہ اگر کوئی واقعی دل لگا کر سن رہا ہو تو اس میں کوئی رو رہا ہے، کسی کے آنسو گر رہے ہیں کوئی مدہوش ہو رہا ہے، کیا اس کتاب کے علاوہ کسی اور کتاب میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ مخالف جانب کھڑا ہو سنانے والا اور پیچھے لوگ اس طرح مست ہو کر سن رہے ہوں۔ یہ ایک دن کا قصہ نہیں ہے تیس دنوں کا یہی قصہ ہے اور وہ بھی تیس دنوں کا قصہ تو پورے قرآن مجید کا ہے ورنہ تو یہ تماشہ روزانہ ہوتا ہے، فجر کی نماز میں بھی قرآن تلاوت ہوتی ہے اور مغرب وعشاء کی نماز میں بھی تلاوت بالجہر ہوتی ہے لیکن امام صاحب کھڑے ہیں، سننے والوں کا آمنا سامنا نہیں ہے، اور پھر بھی سب سن رہے ہیں حالانکہ سمجھتے بھی نہیں۔

ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کردیا

تو چونکہ اس کو اس طرح سننا سنانا بھی ہے اسی وجہ سے اس کو یاد کرنا بھی ہے اور جب الفاظ اس کے یاد ہوں جائیں گے تو معانی میں کوئی کتنی ہی گڑبڑی کرنا چاہے تو کرسکے گا؟

''ولقد یسّرنا القرآنَ للذکر ''ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان کردیا ہے۔کس طرح؟ ایک لڑکا جو ابھی کچھ سمجھتا بھی نہیں اسی سال اپنے مدرسہ میں مشکل سے بارہ سال کا ہوگا اور ڈھائی سال میں اس نے حفظ کرلیا اس کو پگڑی بندھی تو بھاری لگ رہی تھی اور کتنے لڑکے ایسے ہیں تو اصل میں بات یہ ہے کہ یہ ٹیپ رکارڈر ہے نا؟ اس میں باتیں رکارڈ ہورہی ہیں کیسٹ میں، کیسٹ تو ایک سادہ چیز ہے اس میں وہ چیز رکارڈ ہورہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس سینہ کے اندر بھی ایک کیسٹ رکھدی ہے اور اس کیسٹ میں اللہ تعالیٰ نے یہ قوت پیدا کردی ہے کہ اگر کوئی چیز رکارڈ کرنا چاہو تو آسانی سے رکارڈ ہوجائے گی۔قرآن کو اگر رکارڈ کرنا چاہو تو آسانی سے ہوجائے گا دوسری چیزیں اتنی آسانی سے نہ ہو پائیں گی۔لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے۔کیسٹیں بھی سستی اور مہنگی آتی ہیں، کچھ ایسی بھی ہیں جو پوری طرح سے کیچ نہیں کر پاتیں، کچھ ایسی بھی ہیں کہ کیچ تو کرلیتی ہیں لیکن بعد میں مٹ جاتی ہیں، کچھ بہت اچھی ہوتی ہیں ان کو پانی میں ڈال دیجئے تو خراب ہوجائیں گی نمی پہنچ جائے تو خراب ہوجائے گی۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے یہاں پر جو کیسٹ رکھی ہے اس کے لئے ایک شرط لگادی ہے، وہ شرط اگر پوری ہوتی ہے تو یہ کیسٹ کارآمد ہوجاتی ہے اور کارآمد ہی نہیں بلکہ بہت ہی مہنگی بھی ہوجاتی ہے۔وہ شرط کیا ہے؟ وہ شرط یہ ہے کہ اس میں ایمان کا سیل لگادو، بیٹری ہوتی ہے نا؟ ایمان کی بیٹری لگادو، جب ایمان کی بیٹری سے اس کو چارج کرلیا جاتا ہے تو اب اس کو اگر کوئی یاد کرنا چاہئے تو اس کو آسانی سے یاد ہوجاتا ہے اور اگر کوئی بے ایمان یاد کرنا چاہتا ہے تو نہیں یاد ہوتا ہے، یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے۔

شرک کا گندا پانی لگادیا تو ہم اس کے سینے سے کھینچ لیتے ہیں

اگر کوئی ایمان کی حالت میں اس کو یاد کرلے اور بعد میں خدانخواستہ بے ایمان ہوجائے، مرتد ہو جائے تو اس سے بھی نکل جاتا ہے۔اگر کسی اچھی کیسٹ کو پانی میں بھگودو تو خراب ہوجائیگی ویسے ہی جب اس میں اس نے شرک کا گندا پانی لگادیا تو نکل جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کے سینہ سے اس کو کھینچ لیتے ہیں اس لئے کہ یہ تو ایک

آسمانی چیز ہے یہ ربّانی چیز ہے، جب ایمان کے نور کے ساتھ اس کا اختلاط ہوتا ہے تب جا کر اس میں یہ چیز محفوظ ہوتی ہے اور تبھی جا کر اس میں آسانی کے ساتھ محفوظ ہوتی ہے اور محفوظ رہ جاتی ہے، رہ پاتی ہے۔ ورنہ اگر محفوظ بھی ہوگئی اور بعد میں وہ کیسٹ خراب ہوگئی تو محفوظ نہیں رہ پاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت کو چھین لیتے ہیں۔

حافظ ایمان والا ہوتا ہے

یہیں سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو یہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائے کہ وہ قرآن کا حافظ ہو جائے تو اتنی بات بہر حال پکی ہوگئی کہ وہ ایمان والا ہے اگر ایمان والا نہیں ہوگا تو قرآن رہے گا ہی نہیں اس کے سینہ میں، اتنی بات تو پکی ہوگئی ہے کہ وہ ایمان دار ہے یہ کتنی بڑی نعمت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ کتنی بڑی سند ہے اور کتنی بڑی شہادت ہے؟! اور سن لیجئے کہ اگر کسی کو یہ توفیق ہوگئی کہ اس نے دلچسپی کے ساتھ سن لیا تو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو قرآن کا ذوق حاصل ہے، قرآن کے ساتھ تعلق اور انسیت حاصل ہے، اور اگر گھبراتے ہیں قرآن سننے سے، اور دل نہیں لگتا ہے باندھے چھانے کھڑا ہوا ہے، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کے ساتھ اس کو مناسبت نہیں ہے، اس کے ایمان میں کھوٹ ہے، اس لئے جی نہیں لگتا ہے اس کا، آپ یہ دیکھ لیجئے، یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے، سائیکلوجیکل مسئلہ بھی یہ ہے کہ آدمی کا جی اسی مجمع میں لگتا ہے جو اس کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے ؎

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

ہم جنس ہم جنس کے ساتھ اڑتا ہے، کبوتر کبوتر کے ساتھ اڑے گا اور باز باز کے ساتھ اڑے گا کبھی کوے کو کبوتر کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا ہے آپ نے؟ تو پھر جو بے ایمان ہے یا جس کے ایمان میں کھوٹ ہے وہ ایمان والوں کی صف میں کیسے کھڑا ہوگا؟ اور اگر کھڑا ہوگا تو اس کا جی کیسے لگے گا؟

آپ کو بھی ذوق ایمان کا حصہ حاصل ہے

اللہ تعالیٰ نے جو یہ توفیق دی آپ کو کہ ایمان والوں کی صف میں کھڑے ہو کر پورا قرآن سن لیا تو آپ کے لئے یہ شہادت ہے اس بات کی کہ آپ کو بھی ذوق ایمان کا کچھ نہ کچھ حصہ تو حاصل ہی ہے، بس اتنا کام ہمارا رہ گیا ہے کہ اس کو بھیگنے نہ دیں، اس میں ناپاک پانی سے نمی کی چھینٹیں نہ پڑ جائیں، جو جلاء حاصل

ہوئی ہے، جو زنگ دور ہوا ہے وہ جو ختم ہوا ہے وہ پھر سے نہ لگنے پائے، یہ کام ہمارا ہے۔

بہر حال عرض یہ کر رہا ہوں کہ قرآن مجید کا اس شکل وصورت میں باقی رہنا اور اس طرح باقی رہنا کہ چھوٹے چھوٹے بچے محرابوں میں کھڑے ہو کر سنا دیا کرتے ہیں، اور مسلمانوں کی یہ تعداد ان حالات میں بھی جب کہ فساد کا دور ہے، مادیت بڑھتی چلی جا رہی ہے مسلمانوں کا کھڑے ہو کر اور اس طرح ہاتھ باندھ کر سن لینا یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے آسان کر دینے سے ہو پاتا ہے، تو اگر ہم اس آسانی سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ہماری بدبختی اور ہماری یہ بدقسمتی ہے۔ ہم تو صرف ارادہ کر لیتے ہیں، نیت کر لیتے ہیں اور تکمیل تو اللہ تعالیٰ کراتے ہیں، مکمل کرانے اور اختتام تک پہنچانے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔

قرآن کے ساتھ ناپاک کوششیں

بہت لوگوں نے چاہا قرآن کو مٹانا اور اس کو ختم کرنا، شروع سے لے کر آج تک اسکو مٹانے کے درپے ہیں لوگ، اسی طرح مٹتا تو عربوں نے بھی کلام بنایا تھا کہ اس میں گڑ بڑ کر دیا جائے، آج انٹرنیٹ کے زمانہ میں ابھی ابھی امریکہ میں قرآن مجید کے سائز کا اسی طرح کی جلد بنا کر کے تاکہ دور سے دیکھنے میں یہ لگے کہ قرآن مجید ہے اربوں کی تعداد میں وہ کتاب چھاپی گئی ہے عربی زبان میں اور وہ انٹرنیٹ پر لوگوں میں تقسیم کی جا رہی ہے تاکہ اس میں گڑ بڑی کی جائے لیکن جب بھی اس طرح کی کوشش ہوئی ہے اُدھر کوشش ہوتی ہے اور اِدھر اسکا پردہ فاش ہو جاتا ہے، ادھر اللہ کے بندے حفاظت کرنے والے ایسے موجود ہیں جو اس کا پردہ چاک کر دیتے ہیں۔ اور ان کا مکر اور ان کا فریب انہیں کے اوپر پلٹ جاتا ہے، اس لئے کہ جو چاند پر تھوکے گا وہ اسی کے اوپر پڑے گا۔ یہ تو شمس وقمر ہے بلکہ شمس وقمر بھی رہین منت ہیں اس کے۔ تو جو اسکو منھ چڑھائے گا اسی کا منھ بگڑے گا اور اِس کا کچھ نہ بگڑے گا، اس لئے کہ اس کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس بناء پر عرض کر رہا ہوں کہ قرآن مجید ہماری ضررت ہے، ہمارے وجود کے لئے ضروری ہے، ہم لوگ اس کے مقام کو نہیں پہچانتے ہیں لیکن دشمن اسلام اس کے مقام کو پہچانتا ہے۔ بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی کو اپنی طاقت کا اندازہ نہیں ہوتا لیکن دوسروں کو اس کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے، یہ دولت چونکہ ہمارے پاس وراثۃً چلی آرہی ہے اس لئے ہم کو اس کے قیمتی ہونے کا اندازہ نہیں ہے لیکن دشمن کو اس کے قیمتی ہونے کا اندازہ ہے۔ میں ایک واقعہ سناتا ہوں اور اس کے بعد ختم کر دوں گا، واقعہ اسی ملک کا ہے۔

قرآن کے ساتھ ناپاک کوشش کا ایک واقعہ

جب یہاں انگریزوں نے دھاوا بولا اور مسلمانوں کی حکومت کا خاتمہ ہی کر دیا تو انھوں نے بڑے بڑے تبلیغی مشن بلائے، وہ جگہ جگہ مسلمانوں سے مناظرہ کرتے پھرتے اور لالچ بھی دیتے تھے اور دھمکاتے بھی تھے، بہرحال ہر طرح کوشش کرتے تھے کہ یہ عیسائی بن جائیں چنانچہ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کے بعض بعض صوبے ایسے ہیں کہ وہاں کی اکثریت عیسائیوں کی ہے، آسام وغیرہ میں کافی عیسائی ہیں، ادھر آدی واسی وغیرہ بہت تھے اس لئے وہاں پر عیسائیت کو بہت فروغ ملا، لیکن اصل میں وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو وہ عیسائی بنالیں اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ بڑی کوششوں کے باوجود جب ان کو کوئی کامیابی نہیں ہوئی تو اس کے لئے انھوں نے باقاعدہ ایک کمیشن مقرر کیا جو بریطانیہ میں بیٹھا، انھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس قرآن کی وجہ سے یہ مسلمان اپنے مذہب کو تبدیل نہیں کر پا رہے ہیں، ان کو قرآن سے اتنا تعلق ہے اتنا تعلق ہے کہ جب تک ان کے ہاتھ میں قرآن رہے گا تب تک انکے دل کو پھیرا نہیں جا سکتا ہے، ان کو ان کے دین سے ہٹایا نہیں جا سکتا ہے۔ لہٰذا کسی صورت سے اس کا مقابلہ کرنا چاہئے پھر اس کے لئے کیا کیا جائے؟ تو ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ قرآن کریم کی جتنی کاپیاں ہیں ہندوستان میں، ان سب کو خرید لیا جائے، جتنے ہوں پرانے نسخے نئے نسخے جتنے ہوں سب خرید لو کہ ان کے پاس وہ رہ نہ جائے، چنانچہ اس کی تحریک شروع ہوئی، دوکانوں سے قرآن مجید خریدنے لگے، ہزاروں ہزار کی تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں میں پہنچ جاتے اور پرانے نسخے خرید لیتے اور کہتے کہ بھائی اس کی ہم کو بہت ضرورت ہے اور ہم اتنا ہی پرانا نسخہ چاہتے تھے، اور اگر اس نے اس کا دس گنا دام مانگا تو بھی اس کو خرید لیا۔

یہ تحریک چلائی انھوں نے، جب علماء نے دیکھا تو وہ بھانپ گئے کہ یہ قرآن کے نسخہ کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، اس وقت اتنا پریس وغیرہ بھی نہیں تھا اور کاغذ کی بھی اتنی فراوانی نہیں تھی، تو علماء کا ایک وفد اور اس وقت کمپنی کی حکومت تھی اور جب تک کمپنی کی حکومت تھی اس وقت تک ان کا ہیڈ آفس کلکتہ میں تھا، تو علماء کا ایک وفد کلکتہ گیا، اور اس وقت کے جو وائسرائے گورنر تھے ان سے ملاقات کی کہ یہ آپ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اب آپ نے ملک فتح کر لیا ہے اور آپ کی حکومت ہوگئی ہے تو اب ہم آپ کے رعایا ہوگئے ہیں اور یہ کہ ہم آپ کے بہی خواہ ہیں لہٰذا ہمیں دینی آزادی ہونی چاہئے، اور یہ آپ لوگ ہماری کتاب کے ساتھ کیا کر

رہے ہیں؟

انھوں نے کہا کہ اصل میں برٹش میں ایک لائبریری ہے، بہت بڑی میوزیم ہے، تو ہم لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کے اچھے اور پرانے قدیم اہم نسخے وہاں پر جمع ہو جائیں، اس لئے ہم لوگ یہ کررہے ہیں۔ بہرحال بہت لمبی گفتگو ہوئی اور علماء نے اسوقت یہ واضح کردیا کہ یہ سب حقیقت نہیں ہے بلکہ آپ اس طرح سے قرآن مجید کے نسخوں کو ختم کردینا چاہتے ہیں، تو ٹھیک ہے آپ ختم کردیجئے، خرید لیجئے دکانوں سے، لیکن آپ یہ بتائیے کہ جو ہمارے دس سال بارہ سال کے بچوں سے لے کر اسی سال تک کے بڈھوں کے سینہ کے اندر قرآن مجید موجود ہے اس کو کیسے ختم کروگے؟ قبل اس کے کہ تم ان کاغذوں کے اوپر لکھے ہوئے نقوش کو ختم کرو پہلے ہماری گردنیں کاٹو، مسلمانوں کا خاتمہ کردو تب تو کوئی صورت ممکن ہوسکتی ہے ورنہ تم قرآن مجید کو ختم نہ کرسکوگے؟

آپ بتائیے کہ کہاوت ہے نا کہ جسکو اللہ رکھے اس کو کون چکھے، یہ سب باتیں میں آپ کے سامنے اس لئے عرض کررہا ہوں تاکہ آپ کے سامنے یہ منکشف ہوجائے اور دل میں یہ بات بیٹھ جائے کہ قرآن مجید کے وجود سے ہی ہمارا وجود ہے، ہم جس حدتک قرآن سے تعلق رکھیں گے اتنا ہی ہم مضبوط ہوں گے، اور اتنا ہی ہمارے وجود کا استحکام ہوگا اور ہمارے بقا میں مضبوطی ہوگی اور اتنا ہی زیادہ ہمارے عزت اور وقار میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کس کو عزت دیتے ہیں.....

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان هذاالقرآن يرفع الله به اقواماً و يضع آخرين ''اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کچھ قوموں کو بلندی اور رفعت اور وقار عطا فرماتے ہیں اور کچھ قوموں کو پستی اور ذلت کے گڈھے میں ڈھکیل دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو یہ جیل خانہ ہے جیل میں کچھ لوگوں کو عزت ملتی ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت، نہیں سمجھ میں آئی ہوگی بات؟ چور، ڈکیت، ڈاکو، قاتل جتنے پکڑ کے جاتے ہیں ان کی ذلت ہی ذلت ہے، لیکن جیلر صاحب انکو تو عزت مل گئی نا، جیلر صاحب بھی تو جیل ہی میں ہیں مع اپنے حوالی وموالی کے، ان کو تو عزت مل گئی ہے نا؟ اسی طرح جو قرآن کو چنگل سے مضبوطی سے پکڑ لے گا اور اس پر

عمل پیرا ہوگا اس کے لئے عزت ہے، اللہ تعالی اس کو عزت اور سر بلندی سے ہمکنار کرتا ہے، اور جو اس سے بغاوت کر کے اسکے احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو اللہ تعالی اس کو ذلت اور پستی میں ڈالدے گا، یہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے۔

ہمارے دشمن کو سب سے زیادہ ڈر قرآن سے ہے

اب آپ دیکھ لیجئے، تاریخ بھی موجود ہے، اور ہمارے حالات بھی موجود ہیں، آپ کا دشمن پہلے بھی سب سے زیادہ قرآن سے ڈرتا تھا اسی طرح سے آج کا دشمن بھی سب سے زیادہ قرآن ہی سے ڈر رہا ہے اور اس کے باوجود بھی کوئی غلطی نہیں نکال پا رہا ہے۔ لطف تو یہ ہے ڈر بھی اسی سے ہے، لیکن کوئی غلطی کوئی خرابی نکالنے کی جسارت نہیں کرسکتا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا وجود اسی وقت مستحکم ہوسکتا ہے جبکہ ہم پورے طور سے قرآن کے ساتھ متعلق ہوجائیں۔ قرآن کے الفاظ کے ساتھ متعلق ہوجائیں اور اس کے معانی کے ساتھ بھی متعلق ہوجائیں، اس کے لفظ و معنی، اس کی تفسیر اور اس کا مطلب، اس کی تشریح سب کچھ ہمارے سمجھنے کے لئے نازل ہوا ہے، قرآن مجید اللہ تعالیٰ نے نازل ہی اسی کے لئے کیا ہے:

''كِتَابٌ اَنْزَلْنَاه اِلَيْکَ مُبَارک لِّيَدَّبَّرُوا آياتِه وَ لِيَتَذَكَّر اُولُوالْاَلْبَاب''

یہ بابرکت کتاب ہم نے اس لئے نازل کی ہے تاکہ اس میں غور وفکر کریں عقلمند لوگ اور اس سے نصیحت حاصل کریں۔ اور اس کے الفاظ کی حفاظت کے یہ وسائل اور ذرائع اللہ تعالی نے پیدا کر دیئے ہیں کہ جو کسی تیل اور گریس اور پٹرول وغیرہ کے محتاج نہیں ہیں، آپریشن ہوجائے سینہ کا بھی تب بھی قرآن نہیں بھولتا، ایسی کیسٹ ہے۔

کوئی ہے جو اپنے دامن مراد کو بھر لے؟

بتایئے۔ ابھی اس کو کاٹ دیجئے تو ختم معاملہ، لیکن اس سینہ کو ڈاکٹر چیر پھاڑ کردے پھر بھی وہ اپنی جگہ رچا اور بسا ہے، کیسا اللہ تعالی نے اس کو رچا بسا دیا۔ ''ولقد يسّرنا القرآن للذكر'' قرآن کریم کو یاد کرنے کے لئے اور نصیحت حاصل کرنے کے لئے ہم نے آسان کردیا۔ ''فهل من مدكر'' کو تو کیا ئی یاد کرنے والا ہے، کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ شوق دلا رہے ہیں، رغبت دلا رہے ہیں کوئی ایسا کرنے والا ہے؟ اگر ہے تو ہم نے اس کے لئے دروازہ کھولدیا ہے، ہم نے اس کے لئے آسانیاں فراہم کر

دی ہیں،سہولتیں ہم نے اس کے لئے بہم پہنچادی ہیں۔دولت لٹ رہی ہےاوراللہ تعالیٰ کی رحمت کا سمندر بہہ پڑا ہے،تلاطم مار رہا ہے،موجیں اورٹھاٹھیں مار رہا ہے جس کا جی چاہے اس میں آئے اورغوطہ لگائے اوراپنے دامن مراد کو بھرلے۔اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق بغیراس کے استحقاق کے ہم کو دے دی ہے،اے اللہ،جس طرح آپ نے بغیر استحقاق کے توفیق عنایت فرمائی ہے اسی طرح آپ بغیر استحقاق اس کو قبولیت سے سرفراز فرمادیں۔آیئے دعا کرلیں۔

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله و صحبه اجمعین ، ربنا آتنا فی الد نیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار، ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و قنا عذاب النار ، اللّٰهم انا نسئلک العفو و العا فیة فی دیننا و دنیاناو اهلنا و ما لنا، اللّٰهم اکفنا بحلالک عن حرامک و أغننابفضلک عمن سواک اللهم انا نسئلک فرجاً قریباً و صبرا جمیلاً و رزقا واسعاً والعافیة من جمیع البلاء ونسالک تمام العافیة و نسئلک دوام العافیة و نسئلک الشکر علی العافیة و نسئلک الغنی عن الناس و لا حول و لا قوة الا با للّٰه العلی العظیم اللّٰهم استر عوراتناو آمن روعاتنایا حی یا قیوم برحمتک نستغیث اصلح لنا شانناکله و لا تکلنا الی انفسنا طرفة عین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ،و صلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله وأصحابه اجمعین ۔

(۳)

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

گلدستۂ معرفت

یعنی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرفعلی صاحب نوراللہ مرقدہ کے پسندیدہ ان اشعار کا مجموعہ جو آپ کے مواعظ ''تحفت اختر'' میں جا بجا نادر گلکاری کا نمونہ ہیں اور تصوف کی رنگارنگ بوقلمونی اور ادب کی چاشنی سے بھی لبریز ہے۔

جامع

(مفسر قرآن حضرت مولانا) سید محمد غیاث الدین غفرلہ (صاحب دامت برکاتہم)

دوسوتی، سیدا باد، الہ آباد

پیش نظر تحریر کوئی مستقل مضمون نہیں ہے بلکہ یہ وہ نادر موتیاں ہیں جو مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد غیاث الدین صاحب دامت برکاتہم العالیۃ نے اپنے زمانہ طالب علمی یا اس کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ کے مطالعہ کے درمیان اپنی بیاض میں جمع فرمایا۔ مجھے یہ تحریر مخطوطہ کی شکل میں حاصل ہوئی، باوجودیکہ مخطوطہ کافی بوسیدہ ہے لیکن تحریر بالکل شستہ اور صاف ہے، مخطوطہ میں واضح طور پر تاریخ اور سن کا اندراج نہیں ہے البتہ مخطوطہ کے آخر میں کچھ صفحات ایسے ہیں جن کا تعلق اس تحریر سے نہیں ہے اس میں انیس سو بہتر کا سن لکھا ہوا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحریر انیس سو بہتر کی ہے۔

اس نادر مخطوطہ میں جو تحریر ہے وہ حضرت حکیم الامتؒ کے وعظ ''تحفت اختر'' میں آئے ہوئے اشعار کا مجموعہ ہے جو تصوف کے موضوع پر ادب کا شاہکار ہے۔ ادارہ اپنے قارئین کیلئے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

خسرو غریب ست وگدا افتادہ درکوئے شما باشد کہ از بہر خدا سوئے غریباں بنگری

آپ کی گلی میں خسرو غریب اور گدا ہو کہ پڑا ہے، ممکن ہے کہ آپ خدا کے لئے غریبوں کی طرف نظر فرمائیں۔

حقا کہ باعقوبت دوزخ برابر است رفتن بپائے مردئ ہمسایہ در بہشت

حق کی قسم ہے کہ پڑوسی کے سہارے جنت میں جانا (ہمارے لئے) عقوبت میں دوزخ کے برابر ہے۔

شب قدر راست طے شد نامہ ہجر

سلام فيه حتى مطلع المفجر

'لو شب قدر آ گئی' ہے اب فراق کی کتاب لپیٹ دی گئی ہے اس میں فجر کے نکلنے تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔

بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف اگر بکشد زطرب ور بکشیم زہے شرف

اگر قسمت ساتھ دے تو اس (محبوب) کا دامن ہاتھ میں لاسکتا ہوں اگر وہ کھینچ لیں تو بڑی خوشی کی بات ہے اور اگر ہم کھینچ لیں تو بڑے شرف کی بات ہے۔

اے خواجہ چہ پرسی زشب قدر نشانی ہر شب شب قدر است اگر قدر بدانی

اے جناب، آپ شب قدر کی نشانی کیا پوچھتے ہیں؟ اگر آپ کو قدر ہونے لگے تو پھر ہر رات شب قدر ہی کے برابر معلوم ہو۔

آں شب قدرے کہ گویند اہل خلوت امشب

یا رب ایں تاثیر دولت از کدامیں کوکب است

شب قدر جسے اہل خلوت کہتے ہیں کہ آج کی رات ہے، اے رب یہ تاثیر کی دولت کون سے کوکب کا اثر ہے۔

بہار عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد برنگ اصحاب صورت را ببوار باب معنی را

اس کے عالم حسن کی بہار جان و دل کو تازہ رکھتی ہے، اہل ظاہر کو اپنے حسن صوری سے اور اہل حقیقت کو اپنے حسن معنوی سے۔

ع ''ہر چہ از دوست می رسد نیکو است''

جو کچھ محبوب حقیقی کی طرف سے پہنچے بہتر ہے۔

ع　　''گر نستانی بہ ستم می رسد''

یعنی اگر خوشی سے نہیں لیتے تو زبردستی پہنچتی ہے۔

عارفے خواب و درفکرے　　دید دنیا بصورت بکرے

کرد از وے سوال کاے دلبر　　بکر چوں بایں ہمہ شوہر

گفت یک حرف باتو گویم راست　　کہ مرا ہر کہ بود مرد نہ خواست

وآنکہ نامرد بود خواست مرا

زاں بکارت ہمیں بجا راست

ایک عارف نے خواب میں دنیا کو کنواری لڑکی کی صورت میں دیکھا، اس سے پوچھا کہ اے دلبر، اتنے شوہروں (یعنی چاہنے والوں) کے باوجود تو کنواری کیسے رہ گئی؟ اس نے کہا: واقعی بات میں تجھ کو بتاؤں کہ جو مرد تھا اس نے تو مجھے منھ نہ لگایا اور جنھوں نے منھ لگایا وہ نامرد تھے اس لئے میرا کنوارا پن ویسا ہی ہے۔

از خدا غیر خدا را خواستن　　ظن افزونی است کلی کاستن

اللہ کے نام سے غیر اللہ کو طلب کرنا گو بظن ظاہر زیادتی اور ترقی ہے لیکن درحقیقت پورا خسارہ ونقصان ہے۔

عشق من پیدا و معشوقم نہاں　　یار بیروں فتنہ او در جہاں

میرا عشق تو ظاہر ہے اور میرا معشوق پردے میں ہے یار تو جہاں سے باہر ہے مگر اس کا تصرف جہاں کے اندر ہے۔

ما ہمہ شیراں ولی شیر علم　　حملہ شاں از باد باشد دمبدم

حملہ شاں پیدا و ناپیدا است باد　　آنکہ ناپیدا است ہرگز کہ مباد!!

رشتۂ دوگردنم افگندہ دوست　　می برد ہر جا خاطر خواہ اوست!

ہم سب شیر تو ہیں لیکن جس طرح جھنڈے پر بنا ہوا شیر ہوتا ہے کہ ہوا چلنے سے حملہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے ان شیروں کا حملہ کرنا تو نظر آتا ہے لیکن ہوا نظر نہیں آتی آگے بطور دعا کے فرماتے ہیں کہ جو چیز ظاہر نہیں معلوم ہوتی یعنی مؤثر حقیقی اس کی محبت کبھی کم نہ ہو۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ نے میری گردن میں ایک قلادہ ڈال رکھا ہے اس کو پکڑ کر جس جگہ چاہتے ہیں

لیجاتے ہیں۔

گر بعلم آئیم ما ایوان اوست — وبجہل آئیم، زندان اوست

گر بخواب آئیم مستان وئیم — ور بہ بیداری بہ دَستان وئیم

اگر ہم علم تک پہنچیں تو یہ بھی ان کا ایوان خاص ہے اور اگر جہل میں مبتلا رہیں تو یہ بھی انہیں کا قیدخانہ ہے (اور) اگر ہم سو رہے تو انہیں کے بیہوش کیئے ہوئے ہیں اور اگر جاگ اٹھیں تو بھی انہیں کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

در تردد ہر کہ او آشفتہ است — حق بگوش او معما گفتہ است

جو شخص کسی تردد میں پریشان ہو رہا ہے تو گویا حق تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معمہ کہہ دیا ہے۔

بگوش گل چہ سخن گفتۂ کہ خندان ست — بعندلیب چہ فرمودۂ کہ نالان ست

پھول کے کان میں کیا کہہ دیا ہے کہ وہ ہنس رہا ہے اور بلبل سے کیا فرما دیا ہے کہ وہ نالہ کر رہی ہے۔

حلم حق با تو مواسا ہا کند — چونکہ از حد بگذری رسوا کند

اللہ تعالیٰ کا حلم تمہارے ساتھ بہت رعایت کرتا ہے مگر جب تمہاری گستاخیاں حد سے بڑھ جاتی ہیں تو رسوا کر دیتے ہیں۔

قول: ''اول ما آخر منتہی است''

یعنی ہر منتہی کا آخر ہماری ابتدا ہے۔

خواست تا او سجدہ آرد پیش بت — بانگ برزد طفل کانی لم امت

اندر آ اسرار ابراہیم بیں!! — کو در آتش یافت ورد و یاسمیں

یعنی اس عورت نے چاہا کہ بت کے روبرو سجدہ کر لوں، فوراً لڑکے نے پکارا کہ میں مرا نہیں ہو۔ اے ماں تو بھی اندر چلی آ اور اسرار ابراہیمی دیکھ کہ ابراہیم علیہ السلام نے آگ میں گل و گلزار پایا تھا۔

اندر آئید اے مسلمانان ہمہ — پیش عذب دیں عذاب است آں ہمہ

یعنی اے مسلمانو! سب کے سب اندر آ جاؤ اس لئے کہ دین کی شیرینی کے سامنے وہ (سب چیزیں جن میں تم ہو) عذاب ہیں۔

گفت آتش من ہمانم آتشم — اندر آ تو تا بہ بنی تابشم

یعنی آگ نے کہا کہ میں وہی آگ ہوں تم اس کے اندر آ تو میری سوزش دیکھو۔

ع تیغ حقم ہم بدستوری برم

حق کی تلوار ہوں اور قانون کے مطابق گردن زنی کرتی ہوں۔

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند بامن تو مردہ باحق زندہ اند

مٹی ہوا پانی آگ سب حق تعالیٰ کے بندے ہیں ہمارے اور تمہارے روبرو گو مردہ ہیں مگر حق تعالیٰ کے روبرو زندہ ہیں۔

چرخ کو کب سلیقہ ہے ستمگاری میں
کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں مصلحت را تہمتے برآہوئے چیں بستہ اند

مشک افشانی درحقیقت تیری زلف کا کام ہے لیکن عشاق نے مصلحت کی وجہ سے چیں کے ہرنوں کے سر منڈھ دیا ہے۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل نسیم صبح تیری مہربانی
خدائے راست مسلم بزرگواری وحلم کہ جرم بیند و ناں برقرار میدارد

اللہ تعالیٰ ہی کے لئے بڑائی اور بردباری مسلم ہے کہ گناہ دیکھتے ہیں اور روزی برقرار رکھتے ہیں بند نہیں فرماتے۔

نبارد ہوا تا نگوئی ببار زمیں ناورد تا نگوئی بیار

اے حق تعالیٰ جب تک ہوا کو آپ کن نہیں فرماتے وہ پانی نہیں برساتا اسی طرح جب تک زمین کو حکم نہیں ہوتا وہ کچھ نہیں اگاتی۔

ناں از برائے کنج عبادت گرفتہ اند صاحبدلاں نہ کنج عبادت برائے نان

اہل اللہ نے روٹی یعنی کھانا عبادت وخلوت میں یکسوئی کے واسطے اختیار فرمایا ہے عبادت خلوت اس واسطے نہیں اختیار فرمایا ہے کہ روٹی ملے (العیاذ باللہ)

ع آنرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

یعنی جن کو اسرار و حکم کی خبر ہوگئی وہ کسی سے بیان نہیں کرتے۔

ع　　**فی طلعة الشمس ما یغنیک عن زحل**

یعنی آفتاب کے طلوع میں زحل کی طرف سے بے پروا رہو، مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب تمہارے سامنے ہے تو پھر زحل کی طرف نظر کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز　　ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

راز کا ظاہر ہو جانا خلاف مصلحت ہے ورنہ اہل اللہ کی مجلس میں تمام چیزیں معلوم ہیں۔

مصلحت دید من آن ست کہ یاراں ہمہ کار　　بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

میرے نزدیک مصلحت یہ ہے کہ احباب سارے جہاں کی مصلحتوں کو چھوڑ کر محبوب کی حقیقی غلامی اختیار کر لیں۔

ع　　یکے داں و یکے بیں و یکے گو

یعنی ایک ہی کو جانو ایک ہی دیکھو ایک ہی کہو۔

صنما رہ قلندر سزد ار بمن نمائی　　کہ دراز و دور دیدم رہ ورسم پارسائی

بزمین چو سجدہ کردم زز میں ندا برامد　　کہ مرا خراب کردی تو بسجدۂ ریائی

بطواف کعبہ رفتم بحرم رہم ندادند　　تو برون در چہ کردی کہ درون خانہ آئی

اے محبوب حقیقی، مجھے عشق کا رستہ بتلا دیجئے کیونکہ نری پارسائی تو بڑی دور کا راستہ ہے، جب زمین پر میں نے سجدہ کیا تو زمین سے یہ ندا آئی کہ تو نے سجدۂ ریائی کر کے مجھے بھی خراب کر دیا۔

میں خانہ کعبہ کے طواف کے لئے گیا تو حرم میں جانے کا رستہ مجھے نہیں دیا کہ تو نے باہر رہ کر کیا کیا ہے جو گھر کے اندر آتا ہے۔

اگر مرد عشقی کم خویش گیر　　وگرنہ رہ عافیت پیش گیر

یعنی اگر تم عاشق ہو تو محبوب کے عشق میں اپنے آپ کو فنا کر دو ورنہ اپنی آسائش کی راہ اختیار کرو (مطلب یہ ہے کہ عشق سے دور رہو)۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

دشمن کا ایسا نصیب نہ ہو کہ آپ کی تیغ سے ہلاک ہو دوستوں ہی کا سر سلامت رہے کہ ان پر آپ کی طرف سے خنجر کے وار ہوتے ہیں۔

ع از مذہب من گبر ومسلماں گلہ دارد

یعنی میرے مذہب سے آتش پرست اور مسلمان دونوں شا کی ہیں (یعنی مذہب اسلام پر عمل نہ کرنے سے)۔

بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری ہر روز مرا تازہ خدائے دگرے ہست

یعنی تمہارے پرانے خدا سے بیزار ہوں مجھے تو ہر روز دوسرے تازہ خدا کی ضرورت ہے۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

یعنی اس کمینہ کو کبھی خوشی نصیب نہ ہو جو دنیا کے لئے اپنا دنیا بھی برباد کردے۔

قال را بگذار مرد حال شو مرد کاملے پا مال شو

قال کو چھوڑ کر حال والے بنو اور حال اس وقت پیدا ہوگا جب کسی اہل اللہ کے قدموں میں جا کر پڑ جاؤ۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد فدائے یک تن بیگانہ کاشنا باشد

ہزار رشتہ دار جو خدا تعالیٰ سے بیگانہ ہیں اس ایک بیگانہ کے مقابلہ میں قربان ہیں جو خدا تعالیٰ کا عارف ہو۔

موحد بر پائے ریزی زرش چہ فولادی ہندی نہی برسرش

امید وہراسش نباشد زکس ہمیں ست بنیاد توحید وبس

موحد کے قدموں میں خواہ دولت رکھ دو، خواہ ہندی تلوار اس کے سر پر رکھدو اس کو امید وخوف کسی شخص سے نہیں ہوتا توحید کی بنیاد تو بس اسی پر ہے۔

ع ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود

جو کچھ وہ محبوب حقیقی کرتے ہیں بہتر ہی کرتے ہیں۔

اُریدُ وصالَہ و یُرید ھِجری

فَاتــرُک مَا اُرید لِمَا یُرید

میں محبوب کے وصال کا خواہاں ہوں اور وہ ہجر کے خواہاں ہیں، تو میں نے بھی اپنی خواہش کو ان کی خواہش

کی وجہ سے ترک کردیا۔

کفراست درطریقت ماکینہ داشتن آئینہ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

ہمارے طریق میں کسی سے کینہ رکھنا کفر ہے بلکہ سینہ کو آئینہ کی طرح صاف رکھنا ہمارا دستور ہے۔

مرا ز زلف تو موئے بسند است ہوس راره مده بوئے بسند است

مجھے تو تیرے زلف کا ایک بال بھی کافی ہے، ارے اس کی بھی حرص نہیں خوشبو ہی سہی وہی کافی ہے۔

ع عشق معشوق است مر عشاق را

یعنی عشاق تو معشوق ہی کی طرح عشق سے بھی عشق کہتے ہیں۔

الٰهی تُبتُ من کُلِّ المَعَاصی

و لـٰکِن حُبِّ لیلیٰ لا اَتُوب

الٰہی سارے گناہوں سے توبہ ہے مگر اے اللہ لیلیٰ کی محبت سے توبہ نہ کروں گا۔

من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی سوزم گرت نہ بینم، میرم چو رخ نمائی

میں شمع جانگداز ہوں اور تو صبح دلکشا ہے، اگر تجھے نہ دیکھوں تب بھی جل جاؤں گا اور اگر تو رخ دکھائے تب بھی مر جاؤں گا۔

نزدیک آں چنانم، دور آں چنانچہ گفتم نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

اس محبوب سے نزدیکی ایسی ہے اور جدائی بھی ویسی ہی جیسا کہ اوپر کے شعر میں ذکر کیا ہے نہ تو وصل ہی کی تاب لا سکتا ہوں نہ جدائی کی سہار رکھتا ہوں۔

اَرادُو لـیُخـفوا قبرها عن مُحبها

و طیب تـراب القبر دل علی القبر

لوگوں نے تو یہ چاہا تھا کہ لیلیٰ کی قبر کو اس کے عاشق سے مخفی رکھیں لیکن اس کی خاک قبر کی خوشبو نے اس کو راستہ بتا ہی دیا۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

کوئی ناقص کامل کا حال نہیں معلوم کر سکتا اس لئے کلام کو تاہ کرنا چاہئے والسلام۔

پنبہ اندر گوش حس دوں کنید | تا خطاب اِرْجعی را بشنوید
چشم بندولب بہ بندو گوش بند | گر نہ بینی نورحق بر من بخند

اپنے حسی کانوں میں روئی رکھ لوتا کہ ''ارجعی'' کے خطاب کے سننے کے قابل ہو جاؤ، آنکھ کو محرمات کے دیکھنے سے اور منھ کو لایعنی بات کے کہنے سے اور کان کو ناجائز بات سننے سے بند کرلو، اس کے بعد بھی اگر نورحق کو اپنے قلب میں نہ دیکھو تو مجھ پر ہنسنا۔

خوردن تو مرغ سمن و مے | خوردن ما نانک جوین ما
پوشش تو اطلس و دیبا حریر | بخیہ زدہ خرقہ پشمین ما
نیک ہمیں ست کہ می بگذرد | راحت تو محنت دوشین ما
باش کہ تاطبل قیامت زند | آں تو نیک آید و یا این ما

تمہارا فربہ مرغ کھانا اور ہمارا جو کی روٹی کھا کر بسر کرنا صرف تھوڑی دیر کے لئے ہے اسی طرح تیرا ریشمی اور اطلس کا لباس اور ہماری پیوند بھری گدڑی بھی بس ایک دم کے لئے ہے بہتر یہی ہے جیسا گذر رہا ہے تیری راحت اور ہماری اخیر شب کی سخت (عبادت)

ذرا صبر کرو یہاں تک کہ قیامت کا صور پھونکا جائے تب معلوم ہو جائے گا کہ تمہارا اغنا اچھا تھا یا ہماری یہ محتاجی۔

بفراغ دل زمانے نظرے بماہروے | بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ روز ہائے وہوئے

تھوڑی دیر اطمینان سے محبوب کو دیکھنا دن بھر کی داروگیر شاہی سے بہتر ہے۔

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد | در دل اگر بود ہوس ملک سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبراز ملک نیم شب | من ملک نیم روز بیک جونمی خرم

چتر سنجری کی طرح میرا منھ کالا ہو اگر میرے دل میں ملک سنجر کی ہوس ہو مجھے جب سے نیم شب کی سلطنت حاصل ہے، نیمروز کی سلطنت ایک جو میں بھی نہ خریدوں۔

چہ خوش وقتے وخرّم روزگارے | کہ یارے برخورداز وصل یارے

وہ وقت بھی کیسا اچھا وقت اور وہ زمانہ بھی کیسا اچھا زمانہ ہوتا ہے جبکہ کوئی محبّ اپنے محبوب کے وصل سے

لطف اندوز ہوتا ہے۔

بخدا کہ رشکم آید ز دوچشم روشن خود   کہ نظر دریغ باشد بر چنیں لطیف روئے

خدا کی قسم مجھ کو تو اپنی دونوں آنکھوں پر رشک آتا ہے کہ وہ ایسے خوبصورت محبوب کو دیکھتی ہیں۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم   گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

مجھ کو اپنی آنکھوں سے غیرت آتی ہے کہ تیرے چہرے کو اسے نہ دیکھنے دوں اسی طرح چاہتا ہوں کہ کانوں کو تیرا کلام نہ سننے دوں۔

زاہدے را گفت یارے در عمل   کم گری تا چشم را ناید خلل

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال   چشم بیند یا نہ بیند آں جمال

گر بہ بیند نور حق را چہ غم ست   در وصال حق دو دیدہ کہ کم است

ور نہ بیند نور حق را گو، برو   ایں چنیں چشم شقی گو کور شو

ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا کہ کم رویا کرو تا کہ آنکھیں خراب نہ ہوں، زاہد نے کہا سنو، دو صورتیں ہیں آنکھ یا تو وہ جمال دیکھے گی یا نہ دیکھے گی۔ اگر وہ جمال دیکھے گی تو کیا غم ہے وصال محبوب میں دو آنکھوں کی کیا پرواہ اور اگر جمال نظر نہ آئے تو ایسی بد بخت آنکھوں کو کہدو اندھی ہو جائیں۔

ع   متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔ (جاری)

خواتین اسلام جو علم و فضل، ادب و آگہی اور ہدایت و معرفت کا منبع و مرکز تھیں

سیریز (۱۶)

ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ڈاکٹر محمد ضیاء الدین مظاہری

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پیدائش اعلان نبوت سے تقریباً دو سال پہلے قبیلہ بنو مصطلق میں ہوئی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قدیم نام ''برہ'' تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام بدل کر ''جویریہ'' رکھ دیا۔ مسند احمد میں ہے کہ:

''و كان اسمها برة ، فسماها رسول الله صلى الله عليه وسلم جويرية''

(مسند احمد: ۲۷۹۶۷(۲۷۴۲۱))

حضرت جویریہ کے والد حارث بن ابی ضرار بنو المصطلق کے سردار تھے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا اور اس طرح آپ ام المومنین بن گئیں۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوبصورت اور شیریں مزاج تھیں، بہت ہی پردہ میں رہنے والی اور عفت دار خاتون تھیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''كانت جويرية امرأة حلوة ملاحة ، لا يراها أحد الا أخذت بنفسه '' جویریہ بہت ہی شیریں اور خوبصورت خاتون تھیں، انہیں سوائے ان کے محرم کے کسی اور نے نہیں دیکھا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت مودت والفت تھی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

’’عبيد بن السباق قال : ان جويرية زوج النبى صلى الله عليه وسلمأخبرته ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل عليها فقال : ”هل من طعام ؟“ قالت: لا. والله! يارسول الله ، ماعندنا طعام الا عظم من شاة أعطيته مو لاتى من الصدقة، فقال : ”قربيه، فقد بلغت محلها“‘‘۔ (مسند احمد:۲۷۹۶۵(۲۷۴۲۰)۔مسلم،کتاب الزکاۃ، باب اباحۃ الھدیۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم...:۱۰۷۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ کچھ کھانے کو ہے، انھوں نے جواب دیا: میری کنیز نے صدقہ کا گوشت دیا تھا وہی رکھا ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ ارشاد ہوا اسے اٹھا لاؤ کیونکہ صدقہ جس کو دیا گیا تھا اس کو پہنچ چکا۔

نسب نامہ:

حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائد بن مالک بن جذیمہ (مصطلق) بن سعد بن عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو مزیقیاء۔

حضرت جویریہ کے والد حارث بن ابی ضرار کا اسلام

حارث بن ابی ضرار کو جب معلوم ہوا کہ ان کی بیٹی ’’برّہ‘‘ (جو بعد میں ام المومنین جویریہ ہوئیں) قید کر لی گئی ہیں اور انھوں نے مکاتبت کر لی ہے تو وہ اپنی بیٹی کی طرف سے فدیہ دینے کے لئے مدینہ آئے۔ جب وہ مقام عقیق پر پہنچے تو جو اونٹ فدیہ میں دینے کے لئے لیکر آرہے تھے اس میں سے دو اونٹ انہیں بہت پسند تھے، انھوں نے ان دونوں اونٹ کو وادی عقیق کے کسی درے میں چھپا دیا۔ اس کے بعد وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ لوگوں نے میری بیٹی کو گرفتار کرلیا ہے، یہ اس کا فدیہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دونوں اونٹ کہاں ہیں جو تم نے مقام عقیق کے فلاں فلاں درے میں چھپا دیئے ہیں؟ حارث یہ بات سنتے ہی پکار اٹھے ’’أشهد أن لا اله الا الله و انك رسول الله ‘‘میری اس بات پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کوئی اور مطلع اور باخبر نہیں تھا۔ حارث اور ان کے دونوں بیٹے اور ان کی قوم کے بہت سے لوگ آغوش اسلام میں آ گئے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا پہلا نکاح

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا نکاح ان کے اپنے ہی قبیلہ میں مسافع بن صفوان ذی الشفر

بن سرح بن مالک ابن جَذیمۃ سے ہوا تھا۔سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ :

”تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد زينب بنت جحش جويرية ابنة الحارث بن ابی صفوان و كانت قبله عندابن عم لها ، يقال له ابن ذی الشفر “(سیرت ابن اسحاق:۲۴۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش کے بعد جویریہ بنت حارث بن ابی صفوان سے نکاح فرمایا جو پہلے اپنے چچازاد بھائی کی بیوی تھیں جس کو ابن ذی الشفر کہا جاتا تھا۔

مسافع بن صفوان (ابن ذی الشفر)

حارث بن ابی ضرار اور مسافع یہ دونوں اسلام کے بڑے سخت دشمن تھے اس لئے حارث بن ضرار نے مدینہ پر چڑھائی کے لئے تیاریاں شروع کردیں۔اسلامی لشکر بھی شعبان کی دو تاریخ ۵ ھ کو بنی مصطلق کی طرف روانہ ہوا۔اس لشکر میں ایک ہزار مجاہدین تھے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں،دوسری طرف حارث بن ضرار کو یہ اطلاع مل گئی کہ اسلامی لشکر نکل چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ اس خبری کو قتل کر دیا گیا ہے۔جو لوگ حارث کے پاس جمع ہوئے تھے انھوں نے جب دیکھا کہ مسلمان ان کے سر پر پہنچ چکے ہیں تو وہ سب بھاگ گئے،حارث بھی بھاگنے ہی کے ارادہ میں تھا لیکن باقی قبیلے کے لوگوں نے لڑائی شروع کردی اور تیر برسانے لگے پھر تھوڑی دیر بھی وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ٹک پائے اور تتر بتر ہو گئے،ان کے دس لوگ اس جنگ میں مارے گئے۔مسافع بن صفوان جو برہ (حضرت جویریہ) کے شوہر تھے وہ بھی مارے گئے،لشکر اسلام میں سے صرف ایک صحابی حضرت ہشام بن صباحہ نے جام شہادت نوش فرمائی۔

اس غزوہ میں دو ہزار اونٹ،پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں حاصل ہوئیں۔چھ سو مرد،عورتیں اور بچے قید ہوئے انہیں قیدیوں میں قبیلے کے سردار کی بیٹی برہ (حضرت جویریہ) بھی تھیں۔

حضرت جویریہ کا”ام المومنین“ بننے تک کا سفر

حضرت عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت فرماتے ہیں کہ وہ فرماتی ہیں:

”لما قسم رسول الله صلى الله على وسلم سبايا بنی المصطلق وقعت جويرية ابنة الحارث فی السهم لثابت بن قيس ، او لابن عم له ، فكاتبته على نفسها ، و كانت

امرأة حلوة ملاحة لا يراها احد الا أخذت بنفسه ، فأتت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم تستعینه فی کتا بتها ، قالت عا ئشة : فوا لله ما هو الا أن رأیتها فکرهتها ، و قلت سیری منها مثلما رأیت ، فلما دخلت علیه قالت: یا رسول اللّٰہ انا جویریة ابنة الحارث سید قومه ، و قد اصا بنی من البلاء مالم یخف علیک ، و قد کاتبت علی نفسی ، فاعني علی کتا بتی ، فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :أو خیر من ذٰلک؟ أؤدی عنک کتابک وأتزوجک ؟ فقالت : نعم . ففعل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ، فبلغ الناس أ ن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تزوجها فقالوا: أصهاررسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم : فأرسلوا ماکان في أیدیهم من بنی المصطلق ، فلقدأعتق بها مائة أهل بیت من بنی المصطلق ، فما أعلم امرأة أعظم برکة علی أهل بیت منها‘‘(سیرۃ ابن اسحاق:۲۴۵)

یعنی حضرت جویریہ غزوۂ مریسیع میں قید ہوکرآئیں تھیں، لہٰذا مال غنیمت کی تقسیم کے وقت جویریہ حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں، جویریہ نے حضرت ثابت سے مکاتبت کرنے کی درخواست کی۔ یعنی مجھ سے روپیہ پیسہ لے کر مجھ کوآزاد کردو۔چنانچہ حضرت ثابت نے نواوقیہ سونے پرآزاد کرنا منظور کرلیا، لیکن جویریہ کے پاس اتنے پیسے نہیں تھے،اس لئے انھوں نے لوگوں سے مدد چاہی اوراس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیاتم کواس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ انھوں عرض کیا: وہ کیا چیز ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری طرف سے میں روپیہ ادا کردیتاہوں اورتم سے نکاح کرلیتاہوں۔حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راضی ہوگئیں۔

یہی واقعہ ایک ددوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب حضرت جویریہ گرفتار ہوئیں توان کے والد جوسردار تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اورکہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی۔ میری شان اس سے اونچی ہے، میں اپنے قبیلے کا سردار ہوں ،آپ اس کوآزاد کردیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیایہ بہتر نہ ہوگا کہ جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ان کے والد نے جاکر جویریہ سے یہ بات کہی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیری مرضی پر رکھی ہے، دیکھ مجھ کورسوانہ کرنا۔تو جویریہ نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح

فرمالیا۔ جس وقت ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں اس وقت ان کی عمر بیس سال تھی۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جویریہ کے والد نے زر فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح فرمالیا۔ اس نکاح سے اتنا بڑا فائدہ ہوا کہ تمام قیدی جو صحابہ کرام میں مال غنیمت کے طور پر تقسیم کردئے گئے تھے وہ دفعۃً آزاد کردئے گئے۔ انھوں نے کہا: جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمالیا اس خاندان کے لوگ غلام نہیں ہوسکتے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا خواب

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس جنگ (غزوۂ بنی مصطلق) سے چند روز پہلے خواب میں دیکھا کہ چاند یثرب (مدینہ منورہ کا دوسرا نام) سے چلا ہے اور میری گود میں آکر گرا، میں نے یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم سب مسلمانوں کی قید میں آگئے تو مجھے خواب کی تعبیر نظر آنے لگی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آزاد کرکے اپنی ازواج میں شامل فرمالیا۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اوصاف

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ مسند احمد، صحیح مسلم اور نسائی وغیرہ میں (تھوڑے بہت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس عن جويرية قالت : ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على جويرية بكراً وهي في المسجد تدعو. ثم مر عليها قر يباً من نصف النها ر، فقال : ما زلت على حالک ؟ قالت: نعم، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ألا أعلمک كلمات يعدلهن بهن و لو وزن بهن وزن ؟

سُبْحَانَ اللّٰه عَدَدَ خَلْقِه ، سُبْحَانَ اللّٰه عَدَدَ خَلْقِه، ثلاثاً. سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِه ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِه ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِه ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ

زِنَةَ عَرْ شِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْ شِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ " (مسند احمد:۲۷۹۶۶(۲۷۴۲۱) صحیح مسلم، :۲۷۲۶۔سنن ترمذی،ابواب الدعوات،باب ثواب:سبحان اللہ عدد خلقہ:۳۵۵۵۔سنن نسائی:۱۳۵۳)

حضرت جویریہ فرماتی ہیں کہ: وہ ایک دن صبح کو مسجد میں دعا کر رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گذرے اوران کو دیکھتے ہوئے چلے گئے، پھر دو پہر کے وقت کے قریب آئے تو بھی ان کو اسی حالت میں پایا۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: برابر تم اسی حال میں ہو؟ جویریہ نے کہا: ہاں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو چند کلمات نہ سکھلا دوں کہ یہ کلمات ان سے وزن کئے جائیں تو وزن میں ان کلمات (تمہارے کہے ہوئے کلمات) سے بڑھ جائیں گے۔اللہ کی تسبیح ہے اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر، اللہ کی تسبیح ہے اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر، اللہ کی تسبیح ہے اس کی مخلوقات کی تعداد کے برابر، اللہ کی تسبیح ہے اس کی رضامندی کے مطابق، اللہ کی تسبیح ہے اس کی رضامندی کے مطابق، اللہ کی تسبیح ہے اس کی رضامندی کے مطابق، اللہ کی تسبیح ہے اس کے عرش کے وزن کے مطابق، اللہ کی تسبیح ہے اس کے عرش کے وزن کے مطابق، اللہ کی تسبیح ہے اس کے عرش کے وزن کے مطابق، اللہ کی تسبیح ہے اس کے کلمات کی روشنائی کے برابر، اللہ کی تسبیح ہے اس کے کلمات کی روشنائی کے برابر، اللہ کی تسبیح ہے اس کے کلمات کی روشنائی کے برابر۔

شراح حدیث نے لکھا ہے کہ ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے انتہا تسبیحات کا مستحق ہے اوران مذکورہ چیزوں کی تعداد اور مقدار و وزن کو کوئی نہیں جانتا، وہ انتہائی وزنی اور بے انتہا ہیں۔اوراس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض ذکر بعض سے افضل ہوتے ہیں اوران کا ثواب زیادہ ہوتا ہے کیونکہ سب کلام برابر نہیں ہوتے۔اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں بہت زیادہ ذکر و اذکار اور عبادت کیا کرتی تھیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر کی نماز سے لے کر دن چڑھنے تک ذکر و دعا میں مشغول رہنا چاہئے، یہ ایک امر مستحسن ہے۔

عن ابی ایوب عن جويرية بنت الحارث رضى الله عنها : أن النبى صلى الله عليه وسلم دخل عليها يوم الجمعة وهى صائمة فقال : "أصمت أمس؟" قال: لا، قال: "تريدين أن تصومى غداً؟" قالت :لا، قال : "فأفطرى"

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب صوم یوم الجمعۃ...:۱۹۸۶)

صحیح بخاری میں ہے کہ جمعہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو وہ روزہ سے تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ سے دریافت فرمایا کہ کل روزہ سے تھیں؟ وہ بولیں: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل رکھوگی؟ حضرت جویریہ نے عرض کیا: نہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو پھر تم افطار لو۔

سیرت ابن اسحاق کی روایت ہے میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''**فلقد اعتق بها مائة أهل بيت من بني المصطلق فما أعلم امرأة أعظم بركة على أهل بيت منها**'' (سیرت ابن اسحاق:۲۴۵) میں نے کسی عورت کو جویریہ سے بڑھ کر اپنی قوم کے حق میں مبارک نہیں دیکھا، ان سب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے۔

ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علم حدیث میں

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کئی حدیثیں مروی ہیں جن میں سے کچھ امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اس کے علاوہ سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی وغیرہ میں بھی مختلف اسناد سے روایت موجود ہے۔

حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبید بن سباق، حضرت طفیل، حضرت ابوایوب مراغی، حضرت کلثوم، حضرت ابن مصطلق، حضرت عبداللہ بن شداد بن الہاد، حضرت کریب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے روایت کی ہیں۔

اسی میں سے ایک روایت یہ ہے جو مسند احمد میں ہے:

''**عن جويرية، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لبس ثوب حرير ألبسه الله ثوباً من النار يوم القيامة**'' (مسند احمد:۲۷۲۹۳(۲۶۷۵۷))

ایک روایت میں یہی حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے:

’’عن جويرية عن النبی صلی الله عليه وسلم قال : من ليس ثوب حريری فی الدنيا ألبسه الله تعالیٰ ثوب مذلة ،أو ثوباً من النار ‘‘(مسند احمد:۲۷۹۶۹(۲۷۴۲۳))

ام المومنین حضرت جویریہؓ کی اور مرویات گذشتہ اوراق میں موقع موقع سے گذر چکی ہیں۔

وفات

ام المومنین حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال پینسٹھ برس کی عمر میں ۵۰ھ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی۔ مؤرخین نے کتابوں میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ کے حاکم مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنت البقیع میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ طبقات ابن سعد ہی میں دوسرے طریق سے یہ روایت بھی ہے کہ:

’’توفيت جويرية بنت الحارث زوج النبی صلی الله عليه وسلم فی شهر ربيع الاول سنة ست و خمسين فی خلافة معاوية بن ابی سفيان و صلی عليها مروان بن الحكم وهو يومئذ والی المدينة ‘‘اس روایت کی رو سے آپ کی وفات ۵۶ھ میں ہوئی۔(الطبقات لابن سعد،جلد ۱۰،ص:۱۱۶) اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اوران کے درجات بلند فرمائے۔(آمین)

مراجع:

۱۔قرآن کریم
۲۔تفسیر تبیان القرآن
۳۔مسند امام احمد بن حنبل، بیت الافکار الدولیۃ
۴۔صحیح البخاری، دارالسلام للنشر والتوزیع
۵۔صحیح مسلم، دارالسلام للنشر والتوزیع
۶۔سنن ابی داؤد، دارالسلام للنشر والتوزیع
۷۔سنن نسائی،، دارالسلام للنشر والتوزیع
۸۔سنن ابن ماجہ، دارالسلام للنشر والتوزیع
۹۔الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ اردو، علامہ ابن حجر عسقلانی، مکتبہ رحمانی لاہور
۱۰۔اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ، مؤرخ ابن اثیر، المیزان، اردو بازار، لاہور
۱۱۔اعلام النبلاء للذہبی، بیت الافکار الدولیۃ۔
۱۲۔اعلام النساء، عمر رضا کحالہ۔
۱۳۔سیرۃ ابن اسحاق، محمد بن اسحاق بن یسار، تحقیق وتعلیق: محمد حمید اللہ۔ معہد الدراسات والأبحاث للتعریب
۱۴۔کتاب الطبقات الکبیر (طبقات ابن سعد) تحقیق الدکتور علی محمد عمر۔ مکتبۃ الخانجی بالقاہرہ۔ الطبعۃ الاولی ۲۰۰۱م

ایک عربی مصنف کی کتاب ''استمتع بحیاتک'' کے اردو ترجمہ سے

الفاظ کی جادوگری

پروفیسر محمد عبدالرحمٰن العریفی

ایک دن عرب کے تین بڑے سردار قیس بن عاصم، زبرقان بن بدر اور عمرو بن اہتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان بنے۔ ان تینوں کا تعلق قبیلہ بنوتمیم سے تھا۔ وہ آپ کی مجلس میں عربوں کے روایتی تفاخر پر اتر آئے۔

زبرقان بولا: اے اللہ کے رسول، میں تمیم کا سردار ہوں، میری بات مانی جاتی ہے۔ میں ان پر ظلم وستم نہیں ہونے دیتا، ان کے حقوق انہیں دلاتا ہوں۔

اس نے عمرو بن اہتم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔

عمرو نے بھی زبرقان کی تعریف کی اور کہا: اے اللہ کے رسول، یہ واقعی بہت ذہین وفطین اور حاضر جواب ہیں۔ بارعب ہیں اور قوم ان کی بات مانتی ہے۔

یہ کہہ عمرو خاموش ہو گیا اور مبالغہ آرائی نہیں کی، زبرقان لمبے چوڑے جملوں کا منتظر تھا لیکن عمرو نے اختصار سے کام لیا۔ اس پر زبرقان کو غصہ آ گیا، ان سے سمجھا کہ عمرو کو اس کی سرداری سے حسد ہے۔ وہ بولا:

واللہ، اے اللہ کے رسول، یہ اور بھی بہت کچھ کہتے لیکن انہیں حسد نے روک لیا ہے۔

عمرو نے اس کی بات سنی تو طیش میں آ گیا، اس نے کہا:

میں آپ سے حسد کروں گا؟ آپ کم ظرف اور نو دولیتے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، آپ کی اولاد بے وقوفوں کا ٹولہ ہے۔ قبیلے میں آپ کی کوئی عزت نہیں۔ واللہ، اے اللہ کے رسول، جو میں نے پہلے کہا تھا وہ بھی سچ تھا اور اب جو کہا ہے وہ بھی جھوٹ نہیں ہے۔ ہاں، جب میں راضی تھا تو ان کی اچھائیاں جو میرے علم میں تھی بیان کیں اور جب طیش میں آیا تو ان کی برائیاں جو پہلے چھپالی تھیں، بتادیں۔ واللہ میں نے دونوں بار سچ ہی کہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمرو بن اہتم کی حاضر جوابی، قوت بیانی اور مہارت لسانی اچھی لگی۔

آپ نے فرمایا:

ہاں واقعی الفاظ میں جادو ہوتا ہے۔ ہاں واقعی الفاظ میں جادو ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۱۴۶۔ صحیح مسلم: ۸۶۹)

الفاظ ہی کی جادوگری کا ایک اور واقعہ پڑھئے:

جنگ حنین کے آغاز میں گھمسان کی جنگ ہوئی، لوگ منتشر ہو گئے اور اسلامی لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان میں چھوڑ کر تتر بتر ہو گیا۔ طائف کا لشکر بڑی مضبوط پوزیشن میں تھا۔ مسلمانوں کی ہزیمت صاف نظر آ رہی تھی، اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو دیکھا جو میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے، آپ نے انصار کو آواز دی:

''اے انصار کے لوگو!''

انصار نے جواب میں لبیک کہا اور لوٹ آئے، انھوں نے آپ کے سامنے صف بنالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھنے والے تیر اور نیزے اپنے سینوں پر روکے۔ مشرکین بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ غنیمت کا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جمع کیا گیا۔ صحابہ کرام آپ کی طرف دیکھنے لگے، ہر ایک کو اپنی بھوکی اولاد اور نادار گھر والوں کا خیال تھا، ہر کسی کو امید تھی کہ اسے غنیمت میں وافر حصہ ملے گا جس سے وہ اپنے گھر اور گھر والوں کی حالت سنوارے گا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرع بن حابس کو بلایا، وہ چند دن قبل فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے تھے، آپ نے انہیں سو اونٹ عطا کئے، ابوسفیان کو آواز دی اور انہیں بھی سو اونٹ عنایت کئے۔ اسی طرح آپ اہل مکہ میں اونٹ تقسیم کرتے رہے جنھوں نے انصار کی سی بے جگری کا مظاہرہ نہیں کیا تھا نہ ان کی مانند قربانیاں دی تھیں۔

انصار نے یہ منظر دیکھا تو چند افراد کے منھ سے نکل گیا: اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرے، قریش کو مال دے رہے ہیں اور ہمیں محروم رکھا ہے جبکہ ہماری تلواریں مشرکین کے خون سے رنگین ہیں۔

یہ بات سید الانصار سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں میں پڑی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں گئے اور کہا:

اے اللہ کے رسول، آپ کے انصاری صحابہ دل میں آپ سے ناراض ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا، آپ نے دریافت کیا: کیوں؟

سعد بن عبادہ بولے: اس لئے کہ غنیمت کا مال آپ نے اپنی قوم کو دیا، عرب کے دیگر قبائل کو بھی بڑے بڑے عطیئے دئے اور انصار کو اس میں سے کچھ نہیں دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عبادہ کے دل کی حالت جاننا چاہی، آپ نے پوچھا:

سعد، آپ بھی یہی سوچ رہے ہیں؟

انھوں نے اقرار کیا: اے اللہ کے رسول، میں بھی اپنی قوم ہی کا ایک فرد ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادراک ہو گیا کہ اس مسئلے میں ایسے علاج کی ضرورت ہے جو جیبوں کے بجائے دلوں میں پہنچے، آپ نے فرمایا:

قوم کے لوگوں کو اکٹھا کیجئے۔

لوگ جمع ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا:

اے انصار کے لوگو، یہ کیا بات ہے جو مجھے آپ کے متعلق معلوم ہوئی ہے؟

انصار نے کہا: اے اللہ کے رسول، سمجھدار افراد نے کوئی بات نہیں کی، چند نوعمر جوانوں نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرے، قریش کو دیتے ہیں اور ہمیں محروم رکھتے ہیں جبکہ ہماری تلواریں ان کے خون سے رنگین ہیں۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انصار کے لوگو، کیا آپ گمراہ نہیں تھے؟ پھر اللہ نے میرے ذریعے آپ کو ہدایت دی۔

انصار بولے: جی ہاں، بالکل، اللہ اور اس کے رسول کا فضل اور احسان ہے۔

آپ نے فرمایا:

کیا آپ نادار نہیں تھے؟ اللہ نے آپ کو غنی کر دیا، کیا آپ آپس میں دشمن نہیں تھے؟ اللہ نے آپ کے دلوں میں الفت ڈال دی۔

انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں، اللہ اور اس کے رسول کا فضل واحسان ہے۔

آپ نے فرمایا:

واللہ، آپ کہہ سکتے ہیں اور سچ ہی کہیں گے اور آپ کی بات سچ مانی جائے گی۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آئے، تمہیں جھٹلایا گیا تھا لیکن ہم نے تمہاری تصدیق کی، تمہیں اکیلا چھوڑ دیا گیا تھا، ہم نے تمہاری مدد کی۔ تمہیں نکال دیا گیا تھا لیکن ہم نے تمہیں پناہ دی۔ تم ضرورت مند تھے، ہم نے تمہاری غمخواری کی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ۴/۱۴۱-۱۴۳)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذبات کو جھنجھوڑنا شروع کیا۔ آپ نے ان کے دلوں کے تار چھیڑتے ہوئے فرمایا:

اے معشر انصار، کیا آپ اپنی خاطر اللہ کے رسول سے ناراض ہیں؟

دنیا کے حقیر مال ومتاع کی خاطر؟

میں نے تو اس مال سے چند لوگوں کی تالیف قلب کی ہے کہ وہ اسلام لے آئیں۔ میں نے آپ کو آپ کے اسلام کے سپرد کر دیا تھا۔

اے معشر انصار، کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور آپ اللہ کے رسول کے لے کر گھروں کو لوٹیں؟

لوگ ایک راستے پر جائیں اور انصار دوسرے راستے تو میں بلاشبہ انصار کا راستہ اپناؤں گا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے، اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی کا ایک فرد ہوتا۔ اے اللہ، انصار پر رحم فرما۔ انصار کے بچوں پر اور ان کے بچوں پر رحم فرما۔

(مجمع الزوائد ۱۰/۲۹۔ مسند احمد: ۳/۷۶، ۷۷۔ دلائل النبوۃ للبیہقی: ۵/۱۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سن کر سب لوگ زار وقطار رونے لگے۔ داڑھیاں آنسوؤں سے تر بہ تر ہوگئیں۔ انھوں نے کہا:

ہمارے حصے میں رسول اللہ آئے، ہم راضی ہیں۔

بلاشبہ نیک نیتی سے کہے گئے چند میٹھے بول انسان کی زندگی بدل سکتے ہیں اور اس کا دل پھیر سکتے ہیں۔

جیسے آپ میٹھا پھل خریدتے ہیں اسی طرح میٹھے بول اپنائیں۔ ❁

مسلمانوں کی امتیازی شان کیا ہے؟

مجلس شیخ المشائخ امام السلوک مسیح الامت

حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب شروانی نور اللہ مرقدہ

(۱)

متعلقین سے حسن ظن رکھنا چاہئے

حدیث شریف میں وارد ہے ''ظنّوا بالمومنین خیراً ''یعنی مومنوں سے حسن ظن ہی رکھنا چاہئے، جب تم کو دوسرے کے خلاف کا علم نہ ہو تو وہ بیچارہ جو کہہ رہا ہے خواہ زبان سے یا طرز عمل سے، تم اس پر یقین رکھو کہ جو کہہ رہا ہے ٹھیک کہہ رہا ہے، اب حقیقی معاملہ تو اس بندہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، وہ سینہ کی بات کو بھی جانتا ہے ان کے قول کو بھی سن رہا ہے، ان کے اعمال پر بھی اس کی نظر ہے، وہ سمیع بھی ہے، بصیر بھی ہے، علیم بھی ہے اس لئے ہر انسان کو متعلقین کے بارے میں حسن ظن رکھنے کا حکم ہے جب تک کہ اس کے خلاف کا ظن غالب با قاعدہ شرعیہ، خلاف کی اطلاع، خلاف کا علم، خلاف کی خبر نہ ہو، بحث میں پڑ کر، کاوش میں پڑ کر، کھود کرید میں پڑ کر معاشرت کو آپس میں گندہ مت کرو۔ یہ حکم ہے شریعت کا۔

بدگمانی کا سوال ہوگا حسن ظن کا سوال نہیں ہوگا

قرآن پاک میں ہے ''اجتنبوا کثیرا من الظن ''(سورۂ حجرات:۱۲) یعنی بہت سے گمانو سے بچو، بلا کسی خاص تحقیق کے کسی کے بارے میں غلط گمان ویقین نہ کرو، اور اس کے بعد تنبیہ اور تخویف بھی فرمادی، کہ ''ان بعض الظن اثم ''یعنی بعض گمان یقیناً گناہ ہیں یعنی جس پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعض دفعہ قرائن کچھ ایسے ہوتے ہیں جس سے آدمی کچھ حکم لگا دے لیکن واقع کے لئے، اپنے لئے، نہ کہ فیصلہ کے لئے۔ اسی لئے اس ارشاد کے ساتھ کہ ''ان بعض الظن اثم'' بعض ظن گناہ ہیں، اس پر ایک اور تنبیہ کر دی کہ دیکھو، میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم کو فلاں شخص کے ساتھ نیک گمان کیوں تھا؟ کیونکہ نیک گمان میں فتنہ نہیں ہے، ہاں اپنی احتیاط رکھنی تھی، رکھ لیتے۔ ہاں، یہ ضرور پوچھوں گا کہ تم کو فلاں شخص کے ساتھ بدگمانی کیوں تھی؟ اس کا جواب دو، یہ پوچھوں گا۔ ہمارا ایمان بتلا رہا ہے کہ قیامت کا دن حساب وکتاب کے لئے

ہے، عدالت (احکم الحاکمین کی عدالت) میں کھڑا کر کے پوچھا جائے گا، اس کا جواب سوچو۔

مومن کی زندگی معاشرت کی ہو

یہ معاشرتی زندگی ہے۔ عزت کے ساتھ، آرام کے ساتھ، راحت کے ساتھ، فرحت کے ساتھ مومن کے زندگی گذرے۔ انفرادی حیثیت سے بھی، اجتماعی حیثیت سے بھی، خانگی زندگی میں بھی، بیرونی زندگی میں بھی، حضری زندگی میں بھی، سفری زندگی میں بھی، گویا حق تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جہاں میں نے تمہاری اپنی ذات سے متعلق اور خانگی متعلقین کے متعلق حقوق بیان کئے ہیں وہیں بیرونی زندگی کے متعلق بھی احکام بیان کئے ہیں تا کہ معاشرتی زندگی سکون کی، سہولت کی، فرحت کی، راحت کی، طمانینت کی ہو۔ تم مومن ہو، مسلم ہو، تمہاری زندگی من حیث المومن، من حیث الایمان امن کی۔ من حیث المسلم، من حیث الاسلام سلامتی کی ہونی چاہئے کہ ہر ایک خیال و اہتمام رکھے کہ دوسرے کے امن میں، سلامتی میں فرق نہ آئے۔ اس کا اہتمام لازم اور ضروری ہے۔

یادداشت کا ملکہ قائم ہوجانا مطلوب ہے

کسی کا یوں کہنا جائز نہیں کہ میں نے آپ کو قصداً ایذا نہیں پہنچائی۔ کسی کی نیت پر حملہ کرنا کہاں جائز ہے؟ کہ یوں کہا جائے ک اس کی نیت تکلیف پہنچانے کی ہے۔ کیا معلوم؟ لیکن یوں کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس کا اہتمام کیوں نہیں کیا کہ میرے اس طرز کلام اور طرز عمل سے کسی کو بھی تکلیف نہ پہنچے۔ یہ سبق ہے، یہ منجانب اللہ حکم ہے۔ آ کر بیٹھنا تو بہت آسان ہے، سننا بھی بہت آسان ہے۔ اصل چیز اپنے آپ کو پرکھنا ہے یادداشت کا ایسا ملکہ قائم ہوجائے کہ وقت پر وہ یادداشت یاد ہو کر اس کے مطابق زندگی عملاً گذرے۔ چونکہ عمل کرنے میں بوجھ پڑتا ہے، عمل میں جی کو مارنا پڑتا ہے جو کہ بگڑا ہوا جی ہے، نفس کو مارنا پڑتا ہے جس میں تکبر رکھا ہوا ہے، اس سے ہٹ کر تواضع حقیقی کو لا کر تعامل ہونا چاہئے۔

مجلس میں آنے بیٹھنے کا مقصد کیا ہو؟

اور اس جگہ (خانقاہ) کے لئے سفر کے وقت یہی قصد ہونا چاہئے، یہاں قیام کے لئے یہی قصد ہونا چاہئے مجلس کے اندر آنے کے لئے یہی قصد ہونا چاہئے، سننے کے لئے یہی قصد ہونا چاہئے۔ یہ خیال جمائے کہ یہ قصد عمل کے لئے ہے، یہ سفر برائے دفع سقر اور برائے دخول جنت ہوتا ہے۔ غرض ہر ہر کام میں قصد و

نیت کا اہتمام واستحضار ہو اس سے عمل جاندار اور پرآثار ہو جاتا ہے۔اور عدم استحضار اور غفلت و بے توجہی سے عمل کمزور اور کم اثر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح غلط عمل میں بھی قصد و عدم قصد، استحضار و عدم استحضار، بے توجہی، بے پرواہی سے فرق ہو جاتا ہے، چنانچہ جیسے قصداً تکلیف نہیں پہنچائی ہے لہٰذا میری کوئی غلطی نہیں ہرگز صحیح نہیں ہے۔ دوسرے کے اظہار تاذّی پر اس کہہ دینے سے بری نہیں ہوسکتا کہ میں نے قصد تکلیف نہیں پہنچانے کی تھی۔ ہاں یوں کہا جائے گا کہ آپ نے اس کا اہتمام کیوں نہیں کیا کہ میرے طرزِ عمل، سے طرزِ کلام سے، کسی کو تکلیف نہ پہنچے، کیونکہ اس اہتمام کے مکلّف ہیں یہ اہتمام کرنے کا حکم ہے۔

اہتمام ''ہمّ'' سے مشتق ہے اور ''ہمّ'' کے معنی ہیں فکر۔ جب ''ہمّ'' کو باب افتعال میں لے گئے اہتمام مصدر بن گیا، اس کا مادہ یہ ہے ''چھوٹی ہ'' ''میم''۔تم نے کلام کرنے سے پہلے اور کلام کو عمل میں لانے سے پہلے صحیح فکر سے کام کیوں نہ کیا۔ پہلے سوچ لیتے کہ میں اس بات کو کہنا چاہ رہا ہوں، کہیں اس بات کے کہنے سے تکلیف نہ پہنچ جائے، میں جو طریق عمل دوسرے شخص کے ساتھ اختیار کر رہا ہوں کہیں اس عمل سے اس کو تکلیف نہ پہنچ جائے، تم نے کلام سے پہلے اور عمل سے پہلے اس فکر سے کام کیوں نہ لیا؟ یہ ہیں ''ہمّ'' کے معنی، یہ ہے اسلام یہ تو ہوگئی شریعت۔

معاشرت کو پڑھے لکھوں نے بھی دین سے نکال رکھا ہے

صحابہ نے پوچھا تھا ''من المسلم؟ مسلم کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدیہ'' (مشکوۃ شریف: ص:۱۲) اچھا تم یہ پوچھ رہے ہو کہ مسلم کون ہے؟ جس کا تعلق اسلامی عمل سے ہے، ایک تو مومن کا سوال ہے جس کا تعلق تصدیق قلبی یعنی ایمان سے ہے۔تم مسلم کو پوچھ رہے ہو جس کا تعلق اسلام سے ہے جس کے معنی ہیں ''گردن نہادن بطاعت'' اس کا تعلق عمل سے ہے۔تم جو یوں پوچھ رہے ہو کہ ''من المسلم'' (مسلم کون ہے؟) تو میں بتلاتا ہوں، معاشرتی زندگی میں مسلم وہ ہے جو اپنے آپ کو پرکھے۔جس کو مسلمان عوام تو کیا پڑھے لکھوں نے بھی معاشرتی زندگی دین سے نکال رکھا ہے۔ یاد رکھئے، جو نیک بخت کہا جاتا ہے، تہجد گذار، صاحب اشراق و چاشت اس نے بھی دین کے راحتی، فرحتی، سلامتی جزو کو جو کہ معاشرت ہے، دین سے نکال رکھا ہے۔جس طرح چاہے، جس کے ساتھ چاہے، عملدرآمد کر بیٹھے اور

بول بیٹھے اس کی بلا سے، کسی کا دل دکھے نہ دکھے، تکلیف ہو کہ نہ ہو، جان، مال، عزت کو نقصان پہنچے یا نہ پہنچے، اس کی بلا سے۔ اس معاشرت کو اچھے اچھوں نے بھی دین سے نکال رکھا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما دیا اور خلاصہ فرما دیا کہ مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسروں کو سلامتی رہے۔ ترش بات کہہ دی اس کا دل دکھ گیا، زبان سے جو اس طرح سخت، ترش، تلخ کلام کہا تو اس کا دل دکھ گیا۔ اے مسلمان، تجھے کیا حق تھا اس طرح کلام کر کے مسلمان کا دل دکھانے، کا رنج پہنچانے کا، تو مسلمان کہلائے جانے کے قابل ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ مسلمان کی اسلامی معاشرت بیان فرما رہے ہیں جو کہ حق تعالیٰ ہی کا فرمان ہے کہ تجھے کیا حق تھا جو تو نے اس طرح کلام کیا جس سے اس کے دل کو دکھ رنج پہنچ گیا، فکر صحیح سے تو نے کیوں نہیں کام لیا۔ پہلے کیوں نہیں سوچا، جواب دو۔ زبان کا کام یہ ہے کہ رک جائے، سوچ کر چلے، یہ زبان ''جرم صغیر'' ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ''جرمہ صغیر و جُرمہ کبیر'' یعنی زبان چھوٹا سا ٹکڑا ہے لیکن اس کے گناہ بڑے زبردست ہیں۔

حقارت کی نظر ڈالنے سے معاصی میں ابتلاء ہو سکتا ہے

ایک غیبت ہی کو لے لو جو زبان کا کام ہے کہ کسی کے اندر عیب دیکھا جو واقعی عیب ہے اس کو دوسروں سے کہہ رہا ہے، اس میں مسلمان کی ذلت ہے کہ نہیں؟ توہین ہے کہ نہیں؟ بدنامی ہے کہ نہیں؟ اگر تجھ کو اس کا عیب معلوم ہے تو چھپا کر رکھتا، اور اپنے لئے بھی سوچ لیتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عیب مجھ میں اس وقت اگرچہ نہیں ہے لیکن خدانہ کرے خدانہ کرے آئندہ ایسا عیب مجھ میں بھی ہو جائے یہ علاج ہے، علاج شروع ہو گیا ٹھیک ہے کہ میں نے اس کے اندر عیب کوئی دیکھا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن اس پر میری نظر حقارت کی نہ پڑے کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آئندہ کو میں بھی اس میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ کیا تجھے یہ احتمال نہیں ہے؟ یہ اندیشہ نہیں ہے؟ پھر تیری حقارت کی نظر کیوں پڑی؟ اور پھر اپنے تک بس نہیں کی، بلکہ دوسروں سے بھی کہہ دیا۔ اس نے تو وقتی کوئی حرکت بے حیائی کی کی تھی اور تو اس کے عیب کو جگہ جگہ بیان کر رہا ہے تو تو اس سے زیادہ بدتر گناہ ہر وقت برابر کر رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''الغیبۃ أشد من الزنا'' (غیبت زنا سے سخت گناہ ہے)

غیبت کرنے والا توبہ نہیں کرتا گنہگار توبہ کر لیتا ہے

اس سے تو وہ گناہ وقتی ہو گیا تھا اور تو تو ہمہ وقتی اور اشد (زیادہ سخت) گناہ میں لگا ہوا ہے۔ یہ اشد

کیسا؟ سنئے کسی مومنہ یا کسی مومن سے کوئی بے حیائی کا ارتکاب ہو جاتا ہے تو اس کا ایمان اندر سے کھٹکھٹاتا ہے اور بے چارے کو اندر ہی اندر ندامت آتی ہے کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ،اور ندامت کا نام ہے توبہ۔تو اس نے توبہ بھی کر لی اور تو اے غیبت کرنے والے جس میں حب جاہ بھی رکھا ہوا ہے اور جس ے ایسا ہوتا ہے وہ نادم نہیں ہوتا،جس کا نام توبہ ہے،تو ایسا آدمی توبہ بھی نہیں کرتا،وہ تو گناہ کر کے تائب بھی ہو گیا اور تو نے گناہ کیا تو اس کو گناہ بھی نہیں سمجھتا اور تائب بھی نہیں ہوتا۔اب بتلا کہ بدتر کون ہے؟ کیا ہماری مجلسوں میں غیبتیں نہیں ہوتیں؟ جب چار چھ لوگ بیٹھتے ہیں تو کیا دوسروں کی برائیاں نہیں کرتے؟ تو یہ غیبت کرنا حب جاہ جو کہ حرام ہے اس کی ایک شاخ ہے۔حدیث شریف کیا کہتی ہے؟ اسلام کیا کہتا ہے؟ کہ اس بے جاہ کے گناہ گار سے زیادہ تو گناہ گار ہے۔اور یاد رکھ،تو نے اگر جلدی توبہ نہ کی اور حقارت کی نگاہ ڈال کر رہ گیا تو جب تک تجھ سے اس فعل کا ارتکاب نہ ہو جائے موت نہیں آئے گی۔ یاد رکھو،جی ہاں،اپنے نفسوں کو پاک رکھو،ہمیں اپنے نفسوں کو زبان پر قابو رکھ کر پاک رکھنا چاہئے۔

مجلس میں دھیان لگا کر بیٹھنا چاہئے

جب آپ تشریف لائے ہیں تو مقصد کے تحت سماعت بغور ہونا چاہئے،ادھر ادھر آنکھیں نہیں چلانا چاہئے ادھر ادھر اپنے سر کا رخ نہیں کرنا چاہئے،ایسے سننے سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔قرآن شریف میں ہے کہ جب بیٹھو تو اس طرح بیٹھو: ''**اِنّ فی ذٰلک لَذکریٰ لِمن کان لَہ قَلْب اَو اَلْقی السَّمْع وھُو شھید**'' (سورۂ ق:۳۷) کانوں کو لگا کر گردنوں کو جھکا کر،دل کو حرص وطمع سے ہٹا کر سنو،جب تم کو فائدہ ہوگا،بلا اس کے فائدہ نہیں ہوسکتا۔''**ان فی ذلک لذکری لمن کا له قلب او القی السمع وھو شھید**'' یہ قرآن پاک کی تعلیم ہے کہ اخلاص وصدق کے ساتھ اس طرح بیٹھو جب فائدہ ہوگا۔ادھر بھی دیکھ رہا ہے ادھر بھی دیکھ رہا ہے،ادھر ادھر کنکھیوں سے آنکھیں چل رہی ہیں تو وہ کیا سن رہا ہے،یہ تنبیہ ضروری ہے کیوں کہ بعض ایسے بھی بیٹھتے ہیں۔

زبان پر قابو پالینا اہم مسئلہ ہے

یہ زبان روکو،معاشرتی زندگی میں ''کف اللسان'' (زبان روک کر رکھنا) بڑا بھاری مسئلہ ہے،حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ''**وقُل لعبادی یقولو التی ھی احسن**'' (سورۂ بنی اسرائیل:۵۳) میرے مسلمان بندوں

سے کہہ دیجئے کہ کلام جب کسی کے ساتھ ہوتو احسن ہو، بہتر ہو، عمدگی الفاظ اور عمدگی آواز کے ساتھ ہو، خشونت نہ ہو، سخت لہجہ نہ ہو، آواز میں کڑک نہ ہو۔ ہاں، اگر آواز دور پہنچانا ہے تو زور سے بولے گا، زور سے بولنا اور بات ہے مگر سخت کلامی نہ ہو، سخت لہجہ نہ ہو،''احسن'' اسم تفضیل ہے یعنی کلام کرنے میں آواز کے اندر بہت ہی حسن رکھا ہوا ہونا چاہئے کیونکہ:''ان انکرَ الاصوات لصوت الحمیر ''(سورۂ لقمان:۱۹) یعنی آوازوں میں بری آواز گدھے کی ہوتی ہے۔ جب گدھا بولتا ہے تو لوگ لاحول پڑھتے ہیں۔ بڑی کراہت ہوتی ہے اور انسان ہوکر گدھے کی سی آواز نکال رہا ہے کہ بلاضرورت زور سے بول رہا ہے حالانکہ اس طرح بولنے کی ضرورت نہیں ہے، بس مخاطبین تک آواز صاف صاف پہنچ جائے کہ سن لیں اور سمجھ لیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک واعظ کو تنبیہ

چنانچہ ایک صاحب مسجد نبوی میں وعظ کہہ رہے تھے اور زور سے کہہ رہے تھے، اتفاق سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ادھر سے گذرے تو آواز زور سے باہر آرہی تھی، مسجد میں تشریف لے گئے اور واعظ سے کہا کہ تم اتنی زور سے کیوں بول رہے ہو؟ سامعین مخاطبین تمہارے سامنے موجود ہیں ان تک آواز صاف پہنچ رہی ہے، اگر تم نے آئندہ ایسے رفع صوت کے ساتھ وعظ کیا تو میں تم کو ٹھیک کردوں گا۔

آداب مجلس کا تذکرہ

قرآن شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا حکم ہے؟''وَاصبِر نَفسَکَ مَعَ الَّذِینَ یَدعُونَ رَبھم بِالغَدوۃِ وَالعَشِیِّ یُرِیدُونَ وَجھَہ وَ لَا تَعدُ عَینَاکَ عَنھُم تُرِیدُ زِینَۃَ الحَیوۃِ الدُّنیَا''(سورۂ کہف:۲۸)

''واصبر نفسک'' اپنے کو آپ کو جما کر رکھئے،''مع الذین یدعون ربھم بالغدوٰۃ والعشی یریدون وجھہ'' جو ذات باری تعالیٰ کے طالب رضا ہیں، وہ اپنے پروردگار کو صبح وشام پکارتے رہتے ہیں، ان میں آپ جم کر بیٹھئے، جم کر بیٹھنا ان طالبین کے ساتھ ہے جو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگے ہوئے ہیں، اور طالب ہیں نہ یہ کہ ہر ایک کو لے کر بیٹھ گئے۔ تو شیخ کا ایک وقت متعین ہو، تاکہ طالبین کو معلوم ہوجائے وہ اس وقت میں پہنچ جائیں، نہ کہ ہر وقت گھیرے رہے، ہر وقت گھیرے رہنا درست نہیں ہے۔ ہاں کوئی ضرورت پیش آجائے تو آجاؤ، آتے ہیں ہی اس لئے، اس لئے پوچھنے کے لئے معلوم کرنے کے لئے

آجاؤ نہ کہ اس طرح گھیرے رہے، تو اس طرح طالب کو صدق و اخلاص کے ساتھ آنا ہے اور اس طرح بیٹھنا ہے، یہ آداب مجلس ہیں نہ کہ ادھر ادھر دیکھے۔

مومن کا مسلم ہونا ضروری نہیں

تو گفتگو زبان کی ہورہی ہے کہ یہ قینچی کی طرح چلتی ہے، چاہے کسی کا دل ٹوٹے پھوٹے اس کی فکر ہی نہیں ہے، اس میں ایک بڑی برائی کی چیز غیبت ہے اور اگر اس میں وہ عیب ہے بھی نہیں تو پھر وہ تہمت ہے جو اس سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ اس کی بجیائی سے زیادہ اس کے عیب کا بیان کرنا اشد ہے، اور جیسا اشد ویسا ہی اشدعذاب ہے کہ غیبت حب جاہ کی فرد ہے کہ اپنا اعزاز اور دوسرے کا اذلال چاہتا ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پوچھتے ہو کہ مسلمان کسے کہتے ہیں؟ وہ یہ ہے کہ ''کف اللسان'' ہو، اپنی زبان کو روکے رکھے کہ مسلمان کا دل نہ دکھے، وہ رنجیدہ نہ ہو، اس کی ذلت نہ ہو، تمہاری زبان سے دوسرے کی سلامتی میں فرق نہ آجائے، پریشانی نہ پیدا ہو جائے، گھبراہٹ نہ پیدا ہو جائے اس لئے اپنی زبان کو روکے رکھے۔ وہ ہے مسلمان اور جب ایسا نہیں ہے تو مومن تو ہو گا لیکن مسلمان نہیں ہے کیونکہ تو نے ایک امر جو کف اللسان و حفاظت لسان کا تھا کہ جس سے کسی دوسرے مسلمان کا دل نہ دکھے اس کو چھوڑ دیا اور پھر بھی اپنے آپ کو کامل مسلمان خیال کرتا ہے۔ ہاں ہے مسلمان، ویسے ہی جیسے ایک پیسے والا بھی مالدار ہے، اور اگر دوسری چیز یعنی ہاتھ بھی اس برائی میں شریک ہو گیا تو پھر تیرا مسلمان کہلایا جانا بہت مشکل ہو جائے۔ کیونکہ ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ'' (مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں)

حدیث میں قید واقعی ہے احترازی نہیں

اور یہاں مسلمان کی جو قید ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جانوروں کو تکلیف پہنچاؤ، یہ مطلب نہیں ہے کہ کافروں کو تکلیف پہنچاؤ، حربی (یعنی وہ کافر جن سے جنگ اور لڑائی ہو اور ان سے کوئی معاہدہ نہ ہو) کی بات الگ ہے۔ چونکہ اس وقت کفار سے سابقہ و معاملہ نہیں تھا اس لئے ''المسلمون'' فرمایا، یہ قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے۔ آپ حضرات اکثر و بیشتر اہل علم ہیں، ایک قید احترازی ہوتی ہے اور ایک قید واقعی۔ تو قید واقعی ہے احترازی نہیں ہے۔ جیسے کہ ٹخنے ڈھکنا مرد کے لئے حرام ہے اگر بیٹا نابالغ ہے اس کے لئے پاجامہ جب بنائے اور ٹخنے ڈھکے ہوئے نہ ہوں تو بچہ گناہ گار نہیں ہوگا، باپ گناہ گار ہو جائے گا، کیونکہ یہاں یہ قید

واقعی ہے قید احترازی نہیں ہے کہ تکبر کے طور پر ڈھکے گا تو گناہگار ہوگا ورنہ تو گناہ گار نہیں ہوگا۔ قید واقعی کا مطلب یہ ہے کہ واقع اور حقیقت یہی ہے کہ ٹخنے ڈھکے ہوئے رہنا تکبر سے ہوتا ہے یا اہل تکبر کی مشابہت سے اس لئے ممنوع ہے۔ مگر آج ٹخنے سے اونچا پاجامہ پہنے تو یوں کہا جاتا ہے کہ تم نے سقوں کا سا پاجامہ پہن رکھا ہے کیونکہ سقے اونچا پاجامہ پہنتے ہیں اس لئے کہ ان کا کام پانی بھرنے کا ہے، تو کہتا ہے کیا تو سقہ ہے کہ اتنا اونچا پاجامہ پہن رکھا ہے۔ ارے، یہ بات بہت دور پہنچ رہی ہے۔ گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تہبند باندھا ہے، پاجامہ نہیں پہنا ہے لیکن سلوایا تو تھا یہ ثابت ہے، اور ارادۂ فعل نبی فعل میں شمار ہوتا ہے تو پاجامہ پہننا خلاف سنت نہیں ہے، صحابہ پہنتے تھے۔

تو ''المسلم من سلم المسلمون الحديث'' میں ''مسلمون'' کی قید واقعی نہیں ہے کہ کافروں کو تکلیف پہنچاؤ، جانوروں کو تکلیف پہنچاؤ۔ ذبح کے وقت تیز چھری کا حکم ہے یا موٹی چھری کا؟ اگر موٹی چھری ہو اور ذبح کرے گا تو گناہ ہوگا یا نہیں ہوگا؟ کیوں گناہ ہے؟ کیونکہ جانور کو تکلیف پہنچ رہی ہے بلکہ حکم ہے کہ مضبوط ہاتھ والا تیز دھار والا ہوتا کہ جلدی سے اس کو ذبح کردے تو یہ قید واقعی احترازی نہیں ہے۔

اسلام نے فتنہ وفساد سے محفوظ رہنے کی تعلیم دی ہے

اسلام نے فتنہ وفساد سے محفوظ رہنے کی تعلیم دی ہے، یہ نہیں کہ کافر کو ایسے الفاظ زبان سے بولے کہ جس سے اس کا دل دکھ جائے اس کو رنج پہنچ جائے جھگڑا پیدا ہوجائے اور فساد آجائے۔ اسلام میں فتنہ وفساد سے محفوظ رہنے کی اہم ترین طریق سے تعلیم کی گئی ہے، اور جب کافر کو تکلیف پہنچ گئی تو کیا وہ درپے نہیں ہوگا، ستانے کے پیچھے نہیں پڑے گا؟ وہ بدلہ لینے کو نہیں سوچے گا؟ تو بیٹھے بیٹھائے تم نے اپنی زندگی کی سلامتی میں ایسی حرکت کیوں تھی کہ پریشانی میں پڑ گئے اپنے ہاتھ اور زبان کو اس طرح چلا کر اپنی سلامتی میں فرق ڈال دیا اپنے ہاتھوں تم نے پریشانی مول لی ہے۔ اور میں نے تجھ سے اے مسلمان، کیا کہا تھا؟ تم نے تو اس کے خلاف کر کے خود کو فتنہ میں ڈالا۔ اور یہ حکم بطور احتیاط بطور اہتمام کے ہے، لیکن اس احتیاط کے بعد بھی اگر کوئی اس کے پیچھے پڑ جائے تو اس پر ذمہ داری نہیں۔

بدگمانی کا موقع بھی نہیں دینا چاہئے

چنانچہ حدیث شریف میں بھی ''اتقوا مواضع التهم'' (یعنی تہمت کی جگہوں سے بچو) فرمایا:

''اتقوا التھم '' (تہمتوں سے بچو) نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ تمہاری طرف سے ایسا طریق نہ ہو کہ لوگوں کو تہمت لگانے کا موقع مل جائے۔ یوں تو تہمت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی لگائی گئی تھی، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی لگائی گئی تھی، تم کو خود اس کا اہتمام چاہئے کہ ایسا طرز کلام، طرز عمل نہ ہو جس سے دوسروں کو تہمت لگانے کا موقع ملے، جس پر لوگوں کو بزرگی اور تقوی کا پورا اعتقاد پورا اعتماد ہو جائے اس کو بھی اہتمام ہی کرنا چاہئے جب کہ وہ ہدایت وارشاد کا بھی کام کررہا ہو۔ دروازہ بند ہے امرد لڑکا خاص کر جو ذرا حسن و خوبصورتی لئے ہوئے ہے اندر بیٹھا ہے، کچھ دیر کے بعد اندر سے نکلا، گذرنے والے نے دیکھا کہ یہ حسین و خوبصورت لڑکا اندر سے نکلا ہے اور وہاں کوئی نہیں، آج کل کہ یہ زمانہ بدگمانی کا زیادہ ہے، بیبیوں کو بھی بدگمانی ہو جاتی ہے، اسی وجہ سے آج کل بہت زیادہ طلاق کی نوبتیں آرہی ہیں۔

بدگمانی کا سانحہ بشکل المیہ

ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔ حضرت والا (حکیم الامت مولانا تھانویؒ) سے سنا ہے آپ حضرات کو سنا رہا ہوں، ایک فوجی شخص کی بیوی تھی وہ چھٹی لے کر آیا، جب دروازہ کے قریب پہنچا تو بیوی کو دیکھا کہ ایک کواڑ کھلی ہوئی اور وہ جھانک رہی ہے، وہ تو فوجی ہے اس کو تلوار رکھنے کی ممانعت نہیں تلوار اس کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے، اس کو پکڑ لیا اور اس کو یہ ظن ہو گیا کہ کوئی اس کے ساتھ لگا ہوا ہے اور کہہ رہی ہے کہ میاں، اندر جا کر تو ذرا دیکھو جب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں کیوں کھڑی ہوں، مگر وہ تو فوجی ہے، غضبناک ہے، ایک مسئلہ بیچ میں یاد آ گیا کہ وہ شخص جس کے اندر قوت غضبیہ غالب رہتی ہے اس کو نکاح کرنا جائز نہیں ہے جیسے جس میں قوت مرمی اور قوت مالی نان ونفقہ کی نہ ہو اس کو جائز نہیں ہے ایسے جس کے اندر قوت غضبیہ کا غلبہ ہمہ وقت چلتا رہتا ہے اس کو بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ کیا بیوی غصہ سہنے کے لئے آئے گی، گالی گلوچ کھانے کے لئے آئے گی، بس اس نے قتل کر دیا، جب کھینچ کر اندر لے گیا تو دیکھا کہ صحن کے اندر بہت بڑا سانپ پھوں پھوں کر رہا ہے، اس کے ڈر سے آئی تھی کہ کوئی مل جائے تو میں کہہ دوں کہ میرے گھر میں سانپ ہے۔ دیکھئے غصہ اور بدگمانی یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔

آنکھ بھی غلطی کر جاتی ہے

اس لئے بعض دفعہ آنکھوں دیکھی چیز میں مغالطہ ہو جاتا ہے۔ چلے جارہے ہیں کوئی شخص سامنے نظر

آیا، سمجھا کہ یہ تو میرے دوستوں میں ہے، لپک کر کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ جب قریب ہوا تو اجنبی ہے اب شرمندہ ہورہا ہے۔ حضرت والاؒ نے واقعہ سنایا کہ ایسے ہی کسی کا ایک شخص کا ساتھ ہوگیا اس نے لاحول پڑھ دیا، بس اس کو غصہ آ گیا کہ آپ نے مجھ کو شیطان سمجھا جو مجھ کو دیکھ کر لاحول پڑھا۔ اس نے کہا: کہ نہیں، میں نے جو سلام کیا آپ کو تو اپنا دوست سمجھ کر، اور اب معلوم ہوا کہ آپ وہ صاحب ہیں، تو میں نے اس پر افسوس کے ساتھ لاحول پڑھا ہے۔ وہ کہتا ہے نہیں نہیں، آپ نے مجھ پر لاحول پڑھا، جھگڑا بن گیا، چار آدمی جمع ہو گئے، وہ بے چارہ جان بچا کر بھاگا۔ تو دیکھئے آنکھوں دیکھی بھی غلطی ہوسکتی ہے، مشاہدہ بھی غلط ہوسکتا ہے، تو زبان سے بطریق اولیٰ ہوسکتی ہے۔

ہاتھ سے دو طرح کی تکلیف

اب رہ گیا ہاتھ، ہاتھ سے بھی کئی قسم کی تکلیفیں پہنچتی ہیں، خصوصاً دو، ایک جانی اور ایک مالی، جب کسی کو مارے گا اگر چہ ہاتھ میں ڈنڈا ہی ہو تو ہاتھ ہی میں تو ہے وہ، تلوار مارے، بندوق مارے، بم و گولہ مارے، ہاتھ ہی میں تو ہے۔ کیا قلم خود لکھ سکتا ہے جب تک ہاتھ میں نہ ہو، تو ہاتھ سے تکلیف جسم کو پہنچتی ہے۔ استاذ نے شاگرد کو مارا۔ کیوں مارا تم نے؟ اگر مارا تھا تو ایسا کیوں مارا؟ اگر قابل تعزیر تھا تو تم نے حد کیوں جاری کی؟ اس طرح اور اتنا کیوں مارا؟

شاگرد کو زیادہ مارنے پر قیامت میں کھال کھینچی جائے گی

اسی لئے میرے حضرت (حضرت مولانا تھانویؒ) فرمایا کرتے تھے کہ ملاجی حافظ جی لڑکوں کو بہت مارتے ہیں، جب ان کی کھال قیامت میں کھینچی جائے گی تب ان کو پتہ چلے گا۔ یہ مختلف مجلسوں میں کئی مرتبہ فرمایا کہ یہ ملاجی، میاں جی، حافظ جی، مولوی جی جو لڑکوں کو مارتے ہیں ان کی کھال قیامت میں کھنچے گی جب ان کو پتہ چلے گا، یہ شاگرد و استاد کی ایک مثال ہے۔

مسلم اپنے کو کسوٹی پر کیسے پرکھے؟

دکھ پہنچ گیا اور جسمانی تکلیف پہنچ گئی، اور یہی تین چیزیں ہیں۔ جانی، مالی، آبروئی یعنی قلبی۔ تو زبان سے قلبی اور ہاتھ سے جانی اور مالی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مسلمان وہ ہے جس کی ذات سے کسی مسلمان کو جانی اور مالی اور قلبی تکلیف دکھ، رنج نہ پہنچے۔ مسئلہ صاف ہوگیا، اب ہر مسلمان کو اس طرح اپنے

آپ کو کسوٹی پر پرکھنا ہے کہ نہیں؟

مسلمان کس کو کہتے ہیں؟

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کیوں فرمائی؟ اصحاب کرام نے پوچھا کہ مسلمان کس کو کہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ مسلمان اسے کہتے ہیں۔ مسلمان ہونے کی کسوٹی معلوم ہو کر اس پر اپنے کو کسنا چاہئے یا نہیں؟ ہر وقت اس کا خیال رکھنا چاہئے یا نہیں؟ صرف نماز پڑھ لی، تہجد پڑھ لی، تلاوت کر لی، چار پارے روز پڑھ لئے، نہ ہاتھ حفاظت میں ہے نہ زبان حفاظت میں ہے اور سمجھتا ہے کہ میں تو پکا مسلمان ہوں۔ میں پکا تہجد گذار ہوں، میں تو دس پارے روزانہ پڑھ لیتا ہوں۔ نہ کف اللسان ہے، نہ کف ید ہے، کیا وہ صحیح معنی میں مسلمان کہلائے جانے کے قابل ہے؟ اور بالخصوص سلوک میں داخل ہو کر۔ ابھی تو تیری زبان تیرے ہاتھ بھی قابو میں نہیں ہیں کہ جس طرح چاہا اور جو چاہا اپنی بیوی سے کہہ دیا۔

سالک کی زبان قابو میں رہنی چاہئے

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جس کو لوگ خانقاہ کہتے ہیں وہاں آپ تزکیہ وتصفیہ کے لئے آئے تھے، ہم نے یہ سنا ہے اور پھر بھی آپ لڑکے سے کس طرح بگڑ رہے ہیں؟ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کس طرح تیزی کے ساتھ باتیں کر رہے ہیں؟ یہ آپ تزکیہ کے لئے آئے ہیں؟ لاحول ولاقوۃ۔ سلوک میں داخل ہونے والے کی زندگی تصفیہ کی اور پاکیزگی کی، زبان کے اعتبار سے بھی اور ہاتھ کے اعتبار سے بھی ہونی چاہئے۔

اور یہ جب تک نہیں ہوسکتی جب تک عدم اختلاط نہ ہو۔ تم یہاں خانقاہ میں اختلاط کے لئے رہنے آئے تھے؟ یہاں تو پہلی ہی شرط عدم اختلاط ہے۔ نہ اختلاط ہوتا نہ دست درازی ہوتی، نہ زبان درازی ہوتی، اب تک آپ کی زبان بھی قابو میں نہ ہوئی، آپ کیا خواہ مخواہ کے لئے آئے ہیں؟ (جاری)

فقہی مسائل

نماز کے مسائل ـــــ سجدہ سہو کا بیان ۱

مسئلہ : نماز میں جتنی چیزیں واجب ہیں اس میں ایک واجب یا کئی واجب اگر بھولے سے رہ جائیں تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے اور اسکے کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے۔اگر سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز پھر سے پڑھنی ہوگی۔

مسئلہ : اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی پھر سے پڑھے۔

مسئلہ : سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر رکعت میں فقط التحیات پڑھ کر ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرے، پھر بیٹھ کر التحیات اور درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز ختم کرے۔

مسئلہ : کسی نے بھول کر سلام پھیرنے سے پہلے ہی سجدہ سہو کر لیا، تب بھی ادا ہو گیا اور نماز صحیح ہوگئی۔

مسئلہ : اگر بھولے سے دو رکوع کر لئے یا تین سجدے تو سجدۂ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: نماز میں الحمد پڑھنا بھول گیا، صرف سورت پڑھا یا پہلے سورت پڑھا اور پھر الحمد تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا بھول گیا تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کرے۔اور اگر پہلی دو رکعتوں میں سے ایک رکعت میں سورت نہیں ملائی تو پچھلی ایک رکعت میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پچھلی رکعتوں میں بھی سورت ملانا یاد نہ رہا، نہ پہلی رکعتوں میں سورت ملائی، نہ پچھلی رکعتوں میں، بالکل اخیر میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا کہ دونوں رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورۃ نہیں ملایا تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز ہو جائے گی۔

مسئلہ: سنت اور نفل کی سب رکعتوں میں سورۃ کا ملانا واجب ہے اس لئے اگر کسی رکعت میں سورۃ ملانا بھول جائے تو سجدہ سہو کرے۔

مسئلہ: الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورۃ پڑھوں اور اس سوچ بچار میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے تو بھی سجدہ سہو واجب ہے۔

مسئلہ: اگر بالکل اخیر رکعت میں التحیات اور درود پڑھنے کے بعد شبہ ہوا کہ میں نے چار رکعتیں پڑھی ہیں یا تین؟ اسی سوچ میں خاموش بیٹھا رہا اور سلام پھیرنے میں اتنی دیر لگ گئی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے پھر یاد آ گیا کہ میں نے چاروں رکعتیں پڑھ لیں تو اس صورت میں بھی سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔(بہشتی زیور بتغییر یسیر)

Quarterly

RNI TITLE CODE : UPBIL04930

AL KASH SHAAF

Research Journal

Allahabad

Voulume : 6 *Issue No. : 1*
January to March 2022

Editor: Dr. Mohammad Ziauddin

FLAHUL IBAAD TRUST

Printed & Published by Dr. Mohammad Ziauddin on behalf of Flahul Ibaad Trust Allahabad 211016 through Jai Printers Allahabad.